آسان اسلامی عقائد

مصنف:

شانِ آگرہ حضرت مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

8808693818

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْف

وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْق اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

مکتبہ دار السنہ کی جانب سے پیش ہے

اسلامی عقائد و نظریات پر مشتمل کتاب بنام:

آسان اسلامی عقائد

آپ اس کتاب میں پڑھ سکیں گے:

☆...عقائد کے بارے میں بنیادی باتیں

☆...اللہ کی ذات وصفات کے متعلق عقائد

☆...انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق عقائد

☆...سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے متعلق عقائد

☆...قیامت کا بیان

☆...جنت و دوزخ کا بیان

☆...تقدیر کا بیان

☆...ایمان و کفر کا بیان

☆...کفریہ کلمات کا بیان

☆...صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان

☆...خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا بیان

☆...اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کا بیان

☆...ولایت کا بیان

☆...مصنف کی کتابوں کا تعارف

مصنف

شانِ آگرہ، خلیفۂ انوارِ ملت و نعمانِ ملت حضرت مولانا ابو شفیع

محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکتبہ دار السنہ کی جانب سے پیش ہے

اسلامی عقائد و نظریات پر مشتمل کتاب بنام:

آسان اسلامی عقائد

1448ہجری 2026عیسوی

Page: MRP:

MAKTABA DARUSSUNNA

Near Faizan e Madina, Block F 1, Tajnagri 2,

Tajganj Agra 282001

CONTACT NUMBER: +91 8808693818

نوٹ: میں اپنے جملہ قارئین سے التجا کرتا ہوں کہ اس کتاب کی کمپوزنگ سے لے کر تصحیح تک کے سارے مراحل بنظرِ غائر طے کئے گئے ہیں لیکن بتقاضائے بشریت غلطی کا امکان موجود ہے لہذا جو بھی اس کتاب کی اغلاط سے مطلع ہو وہ اس mail id پر ضرور اطلاع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔

EMAIL: SHAFIQMADANI26@GMAIL.COM

دعائے خیر کا طالب:

ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

فہرست

مصنف کا تعارف 14

نام ونسبت 14

دینی ماحول سے وابستگی 14

آغازِ تدریس وتصنیف 15

خلافت واجازت 15

خدمتِ دین 16

بنیادی باتیں 17

سوال: عقیدہ کسے کہتے ہیں؟ 17

سوال: ایک مسلمان کا کیسا عقیدہ ہونا چاہئے؟ 17

سوال: دین کے بعض عقائد سمجھ میں کیوں نہیں آتے؟ 18

سوال: عقائد میں کتنے اور کون کون سے امام ہیں؟ 19

سوال: عقائدِ اہلِ سنّت سے کیا مراد ہے؟ 19

اللہ کی ذات وصفات کے متعلق عقائد 21

سوال: اللہ تعالی کے بارے میں ایک مسلمان کا کیا عقیدہ ہونا چاہئے؟ 21

سوال: اللہ تعالی کے موجود ہونے پر کیا دلیل ہے؟ 21

سوال: اگر اللہ تعالی موجود ہے تو دکھتا کیوں نہیں؟ 23

سوال: اللہ تعالی کے ایک ہونے پر کیا دلیل ہے؟ 24

سوال: اللہ کب سے ہے اور کب تک رہے گا؟ 25

سوال: عبادت کا مستحق اللہ تعالی ہے اس پر کیا دلیل ہے؟ 26

سوال: اللہ تعالی کسی کا محتاج کیوں نہیں ہے؟ 27

سوال: اللہ تعالی کا اولاد سے پاک ہونے کی کیا حکمت ہے؟ 29

سوال: اللہ تعالی کا جسم سے پاک ہونے میں کیا حکمت ہے؟ 33

سوال: اللہ تعالی کا صورت سے پاک ہونے میں کیا حکمت ہے؟ 33

سوال: اللہ تعالی کا مکان و جہت سے پاک ہونے میں کیا حکمت ہے؟ 34

سوال: جب اللہ مکان سے پاک ہے تو "اللہ ہر جگہ ہے" کہنا کیسا ہے؟ 35

سوال: کیا محال چیز پر اللہ تعالی قادر ہے؟ 37

سوال: اللہ تعالی کو "اللہ" کیوں کہتے ہیں؟ 37

سوال: اللہ تعالی کے کتنے نام ہیں؟ 39

سوال: اللہ تعالی کی صفات اللہ کا عین ہیں یا غیر؟ 43

سوال: کیا اللہ تعالی کی ذات کا ادراک ہو سکتا ہے؟ 44

سوال: اللہ تعالی کو حاضر و ناظر کہنا کیسا ہے؟ 45

سوال: کیا اللہ تعالی کسی چیز کے بارے میں سوچتا ہے؟ 47

سوال: کیا اللہ تعالی سوتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ 47

سوال: اللہ تعالی کے جھوٹ بولنے سے کیا خرابیاں لازم آتی ہیں؟ 50

انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام **کے متعلق عقائد** 51

سوال: کیا انبیائے کرام کے متعلق عقائد سیکھنا ضروری ہے؟ 51

سوال: وحی کیا ہوتی ہے؟ 51

سوال: انبیائے کرام کو بھیجنے کی کیا حکمت ہے؟ کیا اللہ تعالی انبیاء کے بغیر لوگوں کو ہدایت نہیں دے سکتا؟ 52

سوال: تب تو رب تعالی مجبور ہوا کہ اپنے بندوں کو بغیر انبیاء کے احکام نہ پہنچا سکا؟ 53

سوال: جنات اور عورت نبی کیوں نہیں ہوتے؟ 53

سوال: کیا انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام سے سہو ممکن ہے؟ اور تقیہ کا کیا معنی ہے؟ 57

سوال: انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کی لغزشوں کا تذکرہ کرنا کیسا ہے؟ 58

سوال: ایک مسلمان کو انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟ 58

سید المرسلین صلی اللہ علیہ و الہ وسلم **کے متعلق عقائد** 61

سوال: اللہ تعالی کی تمام مخلوقات میں سب سے افضل کون ہے؟ 61

سوال: کیا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مثل ہو سکتا ہے؟ 62

سوال: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت کرنے کا کیا حکم ہے؟ 63

سوال: کیا اب بھی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعظیم ضروری ہے؟ 65

سوال: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خصائص کتنے اور کون کون سے ہیں؟ 65

سوال: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کتنے نام ہیں؟ 69
قیامت کا بیان 71
سوال: قیامت کسے کہتے ہیں؟ 71
سوال: علاماتِ صغریٰ کتنی اور کون کون سی ہیں؟ 72
سوال: قیامت کی علاماتِ کبریٰ کتنی اور کون کون سی ہیں؟ 73
سوال: یاجوج وماجوج کون ہیں؟ 77
سوال: حضرتِ سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کب تک دنیا میں قیام فرمائیں گے؟ 80
سوال: حشر صرف روح کا ہو گا یا روح و جسم دونوں کا؟ 84
جنّت و دوزخ کا بیان 86
سوال: جنت کا معنی کیا ہے؟ اور یہ کیا چیز ہے؟ 86
سوال: نار کا کیا معنی ہے؟ اور دوزخ کیا ہے؟ 87
سوال: کیا جنّت اور دوزخ پیدا ہو چکی ہیں؟ 87
سوال: کیا جنت و جہنم فنا ہو جائیں گی؟ 89
سوال: جنّت کے کچھ اوصاف بیان فرمائیں۔ 89
سوال: دوزخ کے کچھ اوصاف بیان فرمائیں۔ 90
سوال: دخولِ جنّت و دوزخ کے بعد کیا ہو گا؟ 92
تقدیر کا بیان 93
سوال: تقدیر کیا ہے؟ اور جو تقدیر کا انکار کرے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ 93

سوال: قضا، قدر اور مشیت کا معنی کیا ہے؟ 93

سوال: کیا ہر اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے؟ اور کیا اللہ کے لکھ دینے سے بندہ مجبور ہو گیا؟ 93

سوال: تقدیر کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟ 94

سوال: کیا اللہ تعالیٰ اشیاء کو ان کی پیدائش سے پہلے جانتا تھا؟ 94

سوال: کیا لوحِ محفوظ میں ہر چیز لکھی ہوئی ہے؟ 95

سوال: اللہ تعالی نے تقدیر کو لوحِ محفوظ میں کیوں تحریر فرمایا؟ 95

سوال: تقدیر کے مسائل پر زیادہ غور و فکر کرنے کا کیا حکم ہے؟ 95

ایمان و کفر کا بیان 97

سوال: ایمان و کفر کا لغوی و اصطلاحی معنی کیا ہے؟ 97

سوال: ضروریاتِ دین سے کیا مراد ہے؟ 97

سوال: کیا تمام مؤمنین ایمان میں برابر ہیں؟ 98

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو کفر و ایمان کے وصف کے ساتھ پیدا فرمایا ہے؟ 98

سوال: دنیا میں آکر جو کفر کرتا ہے وہ کس وجہ سے کرتا ہے؟ 98

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے کفر و ایمان اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے؟ 99

سوال: مرتکبِ کبیرہ کے متعلق مؤمن و کافر ہونے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ 99

سوال: اللہ کا بندے کو گمراہ کرنے سے مراد کیا ہے؟ 100

سوال: مُرتد ہونے کی کیا شرائط ہیں؟..... 102

سوال: کیا کافر کو کافر کہہ سکتے ہیں؟ 103

سوال: کیا بعض اعمال بھی کفریہ ہوتے ہیں؟..... 105

سوال: کیا عورتوں کا اپنی مانگ میں سندور لگانا کفر ہے؟ 105

سوال: عبادت کے قبول ہونے کے لئے ایمان کی شرط کیوں لگائی گئی؟ 106

کفریہ کلمات کا بیان..... 107

سوال: حرام الفاظ اور کفریہ کلمات کا علم سیکھنے کا کیا حکم ہے؟..... 107

سوال: کفریہ کلمات کو پہچاننے کے کیا قواعد ہیں؟ 107

سوال: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام کی تصغیر کرنا کیسا ہے؟..... 112

سوال: اللہ کو GOD کہنا کیسا ہے؟ 112

سوال: اللہ کو رام اور بھگوان کہنا کیسا ہے؟..... 113

سوال: ہولی دیوالی پوجنے کا کیا حکم ہے؟ نیز کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت کرنا کیسا ہے؟113

سوال: تجدیدِ ایمان کا کیا طریقہ ہے؟..... 115

سوال: تجدیدِ نکاح کیسے کیا جائے گا؟..... 115

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کا بیان 117

سوال: صحابی کسے کہتے ہیں؟ 117

سوال: صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے بارے میں ایک مسلمان کو کیسا عقیدہ رکھنا چاہئے؟ . 117

سوال: صحابہ کرام کی لغزشوں پر ان کی پکڑ کرنا کیسا ہے؟ 119

سوال: حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہلسنّت کا کیا عقیدہ ہے؟ 120

سوال: کیا حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد صحابی ہیں؟ 121

سوال: حضرتِ علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو اختلاف ہوا اس کے بارے میں اہلسنّت کا کیا نظریہ ہے؟ 121

سوال: خطا کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟ 122

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ: "امیر معاویہ کا ذکر اچھے الفاظ کے ساتھ کرنا آجکل کے مولویوں کی ایجاد ہے پہلے ایسے نہیں ہوتا تھا" ایسا کہنا کیسا ہے؟ 122

خلفائے راشدین کا بیان 124

سوال: امامت کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟ 124

سوال: خلفائے راشدین سے کیا مراد ہے؟ اور خلافتِ راشدہ کتنے عرصہ رہی؟ 124

سوال: ایک امام میں کِن کِن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟ 125

سوال: افضلیت سے کیا مراد ہے؟ 126

سوال: صحابہ میں شیخین اور ختنین کن صحابہ کو کہتے ہیں؟ 127

اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم **کا بیان** 128

سوال: اہلِ بیت سے مراد کون حضرات ہیں؟ 128

سوال: اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سے محبت کرنے کا کیا حکم ہے؟ 128

سوال: امہات المؤمنین کی تعداد کتنی ہے؟ اور ان کے نام کیا ہیں؟ 130

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے شہزادے ہیں؟ اور ان کے نام کیا ہیں؟ 131

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کتنی صاحبزادیاں ہیں؟ اور ان کے نام کیا ہیں؟ . 131

ولایت کا بیان 133

سوال: ولایت کیا ہے؟ 133

سوال: کیا ولایت بے علم کو مل سکتی ہے؟ 133

سوال: کیا شریعت اور طریقت الگ الگ چیز ہیں؟ 134

سوال: کیا مجذوب کے لئے بھی شریعت کی پابندی ضروری ہے؟ 135

سوال: کیا اللہ تعالی نے اولیائے کرام کو طاقت بھی عطا فرمائی ہے؟ 135

سوال: دنیا کا نظام کتنے اولیائے کرام چلاتے ہیں؟ 136

سوال: کیا اولیائے کرام پر علومِ غیبیہ منکشف ہوتے ہیں؟ 138

سوال: اولیائے کرام سے کس قسم کی کرامات صادر ہو سکتی ہیں؟ 138

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں: ''اولیائے کرام سے مدد مانگنا شرک ہے کیونکہ مدد فرمانے والا اللہ تعالی ہے، اور اولیائے کرام سے مدد مانگنا ان کو خدا ماننا ہے'' ایسا کہنا کیسا ہے؟ 139

سوال: کیا اولیائے کرام اپنے اپنے مزارات میں زندہ ہوتے ہیں؟ 139

سوال: پیر کس کو بنانا چاہئے؟ 140

مختلف عقائد کا بیان 141

سوال: اللہ تعالی نے کون کون سی کتابیں نازل فرمائیں؟ 141

سوال: قرآن عظیم کا باقی کتابوں سے افضل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ 141

سوال: کیا قرآن کی تمام آیات فضیلت میں برابر ہیں؟ 142

سوال: معجزہ کسے کہتے ہیں؟ 142

سوال: ارہاص کسے کہتے ہیں؟ 143

سوال: کرامت کسے کہتے ہیں؟ 143

سوال: فرشتے کیا ہیں؟ 144

سوال: جنات کیا ہیں؟ اور ان کے وجود کا انکار کرنا کیسا؟ 145

سوال: موت کسے کہتے ہیں؟ 145

سوال: قبر میں اعادۂ روح سے کیا مراد ہے؟ 146

سوال: روح دوسرے بدن میں چلی جاتی ہے، ایسا ماننا کیسا ہے؟ 146

سوال: عالَمِ برزخ کسے کہتے ہیں؟ 147

سوال: کیا قیامت کے دن ہونے والے حساب و کتاب پر ایمان لانا ضروری ہے؟ 147

سوال: اعمال نامہ کیسے دیا جائے گا؟ 147

سوال: شفاعت کسے کہتے ہیں؟ 149

سوال: حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت کتنی طرح کی ہو گی؟ 149

سوال: کیا حوضِ کوثر کا وجود ہے؟ اور اس کے اوصاف کیا ہیں؟ 150

سوال: مقامِ محمود کیا ہے؟ اور کس کو عطا ہو گا؟ 151

سوال: لِوَاءُ الْحَمْد کیا ہے؟ اور یہ کسے ملے گا؟ 151

سوال: صراط کیا ہے؟ 151

مصنف کی کتابوں کا تعارف 153

مصنف کا تعارف

نام ونسبت

نام محمد شفیق خان، والد کا نام محمد شریف خان ہے، سلسلۂ قادریہ رضویہ عطاریہ میں شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ سے 2004ء میں بیعت ہونے کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ عطاری لکھتے ہیں، آپ کی ولادت قصبہ لَکَوْلی ضلع فتح پور ہنسوا صوبہ یوپی ہند میں ہوئی، آپ کی تاریخِ پیدائش 10 جون 1986ء ہے۔

دینی ماحول سے وابستگی

موصوف نے ابتداءً ہندی انگلش کی تعلیم حاصل کر کے سن 2000ء میں AC کا کام سیکھنے اور کرنے کے لئے بمبئی چلے گئے تھے اور وہاں پر 4 سال قیام کیا پھر 2004ء میں اپنے وطن لوٹے، اور وطن میں ہی دعوتِ اسلامی کا دینی ماحول ملا، دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ ہونے کے بعد مختلف کورسز کئے اور 2006ء میں اپنے ہی علاقہ کے دار العلوم بنام جامعہ عربیہ گلشنِ معصوم قصبہ للولی میں قاری اقبال احمد عطاری سے قرآنِ پاک ناظرہ اور حضرت مولانا عتیق الرحمٰن مصباحی سے درسِ نظامی کے درجۂ اولی اور کچھ درجۂ ثانیہ کی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے چریاکوٹ ضلع مؤ تشریف لے گئے اور وہاں درجۂ ثانیہ مکمل کرنے کے بعد اہلسنت کے عظیم علمی ادارے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں مطلوبہ درجۂ ثالثہ کا ٹیسٹ دیا اور بفضلہ تعالی کامیاب ہونے کے بعد درجۂ ثالثہ وہیں پڑھی، پھر

درجۂ رابعہ دار العلوم غوثیہ (جو ضلع اعظم گڑھ کے گاؤں سَرَیّا میں واقع ہے) میں مکمل کی پھر اس کے بعد دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار نیپال گنج، نیپال میں داخلہ لیا اور درجۂ خامسہ سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم وہیں مکمل فرمائی۔

آغازِ تدریس و تصنیف

2014ء میں فراغت کے بعد تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لے گئے اور ایک سال وہاں تدریس فرمائی، پھر مزید تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے مدنی مرکز کے حکم پر بنگلہ دیس کے دار الحکومت ڈھاکہ کے جامعۃ المدینہ تشریف لے گئے، اور وہیں پر دعوتِ اسلامی کے جامعات کے درجۂ ثانیہ میں داخلِ نصاب علمِ صرف کی کتاب بنام ''مراح الارواح'' کی اردو شرح بنام ''شَفِیْقُ الْمِصْبَاح شرح مَرَاحُ الْاَرْوَاح'' تصنیف فرمائی۔ اس کے بعد پھر جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لا کر درس و تدریس، تالیف و تصنیف میں مشغول ہو گئے۔ درسِ نظامی کی تدریس کے ساتھ ساتھ امامت کورس بھی کرواتے رہے۔

خلافت و اجازت

ستمبر 2014ء میں خلیفۂ مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی انوار الحق صاحب نے اور 25 اپریل 2024ء کو شاگردِ حافظِ ملت، مریدِ مفتیٔ اعظم ہند، خلیفۂ برہانِ ملت، مبلغِ اسلام حضرت علامہ مولانا عبد المبین نعمانی دامت برکاتہم العالیہ نے سلسلۂ قادریہ، رضویہ کی خلافت و اجازت سے نوازا۔

خدمتِ دین

حضرت جس طرح ایک مدرس اور مصنف ہیں اسی طرح مقرر اور مبلغ بھی ہیں۔ آپ کے اصلاحی بیانات خوفِ خدا و عشقِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے لبریز ہوتے ہیں۔ سننے والوں پر رقت طاری ہوتی اور دین سے قربت نصیب ہوتی ہے۔ نیز وقتاً فوقتاً مختلف دینی تحریکیں چلاتے رہتے ہیں۔ اور ابھی حال ہی میں **"دین سیکھو اور انعام پاؤ"** کے نام سے گھر گھر دینی تعلیم پہنچانے کی تحریک شروع فرمائی ہے۔ تادمِ تحریر حضرت کی اردو ہندی دونوں زبانوں میں تصنیف کی تعداد 100 سے تجاوز کر چکی ہے۔ اللہ پاک اس تحریک کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر ترقی عطا فرمائے۔ نیز اللہ سے دعا ہے کہ حضرت کو بے بہا برکات و ثمرات سے نوازے اور اس کارہائے نمایہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا کر کے حضرت کے لئے توشۂ آخرت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔

جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ

کے QR Code کا Location

جس جامعۃ المدینہ میں شانِ آگرہ حضرت مولانا

ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

2014 سے اب تک (2026) تدریس

فرماتے ہیں

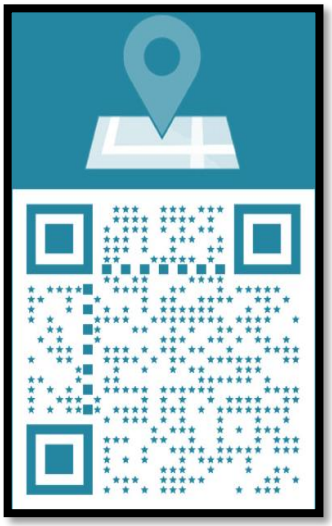

بنیادی باتیں

درود شریف کی فضیلت

فَرمانِ مُصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جس نے مجھ پر ایک بار دُرُودِ پاک پڑھا اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔(مُسلم ص۲۱۶حدیث۴۰۸)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سوال: عقیدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: عقیدہ ان دینی امور کا نام ہے جن پر دل بغیر کسی شک وشبہ اور تردد کے پختہ ہو جائے۔ کیونکہ دین کے کسی معاملے میں شک وشبہ اور تردد کفر ہے۔(القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص۳۵)

سوال: عقائد کا علم سیکھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: ایک مسلمان کے لئے "عقائد" کا علم سیکھنا اور درست کرنا انتہائی اہم امر ہے۔ اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کے فرمان کا خُلاصہ ہے کہ سب میں اَوّلین واَہم ترین فرض یہ ہے کہ بُنیادی عقائد کا علم حاصِل کرے جس سے آدمی صحیح العقیدہ سُنّی بنتا ہے اور جن کے انکار و مخالَفت سے کافر یا گُمراہ ہو جاتا ہے۔

(فتاوی رضویہ، ۲۳/ ۶۲۳)

یاد رہے! اعتقاد عمل پر مقدّم ہے اور عبادت کی مقبولیت عقیدے کی صحت پر موقوف ہے، یاد رکھئے! قیامت کے دن دل سے اعتقادات کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا۔

سوال: ایک مسلمان کا کیسا عقیدہ ہونا چاہئے؟

جواب: عقیدہ ''عَقْدٌ'' سے بنا ہے اور ''عَقْدٌ'' کا معنی ہے جم جانا، گرہ یعنی گانٹھ لگانا، پس لفظِ عقیدہ ہی ہمیں بتا رہا ہے کہ ایک مسلمان کا عقیدہ ایسا ہونا چاہئے کہ ان پر اس کا دل جم جائے، اور گانٹھ کی طرح مضبوط ہو، جس کی مثال حضرتِ بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہیں، کہ کفار نے ظلم و ستم کی کیسی آندھیاں چلائیں اور تشدد کے کیسے پہاڑ توڑے مگر اس کے باوجود ''اَلْاَحَد اَلْاَحَد'' کا نعرۂ دل نواز بلند کرتے رہے، اور ان آزمائشوں کو ہنس کر سہتے رہے، کسی نے کہا: بلال! ''اتنے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جانے کے بعد بھی اللہ کو نہیں چھوڑ رہے'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''جب تم بازار میں مٹی کے برتن خریدتے ہو تو کیا اس کو ٹھوک بجا کر دیکھتے نہیں؟ کہ کہیں سے ٹوٹا تو نہیں، بس میرا رب بھی بلال کو آزما رہا ہے کہ بلال میری محبت میں کچا تو نہیں؟ میں کہتا ہوں مولیٰ خرید لے بلال کو، بلال تیری محبت میں کچا نہیں بلکہ پکا ہے، یہ آزمائشیں اور تکلیفیں کیا ہیں اگر میرے جسم کی بوٹیاں بھی کر دی جائیں تب بھی میں تیرا نام لینا نہیں ترک کروں گا''۔ اللہ اکبر!

یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں
ترے نام پر سب کو وارا کروں میں

سوال: دین کے بعض عقائد سمجھ میں کیوں نہیں آتے؟

جواب: یقیناً دین کے بعض عقائد عام عقلوں میں نہیں آتے جیسے کہ اللہ تعالی کی ذات وصفات اور تقدیر کے متعلق عقائد، لیکن ہمیں صرف ماننے کو کہا گیا ہے نہ کہ ان میں غور و فکر کرنے کا، کیونکہ ان میں زیادہ غور و فکر کرنا سببِ ہلاکت ہے، صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے۔ تو ما و شما (یعنی ہم اور تم) کس گنتی میں ہیں۔ بس

اتنا سمجھ لو کہ "بندے ہو بندگی کرو، حکم سب کو دیا جاتا ہے حکمتیں سب کو نہیں بتائی جاتیں" اور نہ سمجھ آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عقیدہ کہتے ہی اس مسئلہ کو ہیں جو ناقابلِ حل ہو، ایسی چیز جس کا عمل سے کوئی تعلق نہ ہو، لہذا ہمارے سمجھ میں نہ آنا کوئی تشویش کی بات نہیں ہے۔

سوال: عقائد میں کتنے اور کون کون سے امام ہیں؟

جواب: عقائد میں دو امام ہیں: (۱)۔۔۔ شیخ ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ۔(۲) ۔۔۔ شیخ ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہ۔

حضرت امام شیخ ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنے والوں کو "اَشْعَرِیَّہ" کہتے ہیں، اور حضرت ابو منصور ماتریدی کے ماننے والوں کو "مَاتُرِیْدِیَّہ" کہا جاتا ہے۔ احناف، عقائدِ فرعیہ میں انہیں کے مقلد ہیں۔ صدر الشریعہ، بدرالطریقہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں کہ "دونوں جماعتیں (اشعریہ، ماتریدیہ) اہل سنت ہی کی ہیں اور دونوں حق پر ہیں، آپس میں صرف بعض فروع کا اختلاف ہے، ان کا اختلاف حنفی، شافعی کا سا ہے کہ دونوں اہل حق ہیں کوئی کسی کی تضلیل و تفسیق نہیں کر سکتا۔

(بہار شریعت جہیز ایڈیشن، حصہ اول، ج۱، ص۴۶ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

سوال: عقائدِ اہلِ سنّت سے کیا مراد ہے؟

جواب: عقائدِ اہلِ سنّت سے مراد ضروریاتِ دین ہیں، اور ضروریاتِ دین اسلام کے وہ اَحکام ہیں، جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں، جیسے اللہ تعالی کی وَحدانِیّت (یعنی اس کا ایک ہونا)، انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی نُبُوَّت، نَماز، روزے، حج، جنَّت، دوزخ، قِیامت میں اُٹھایا جانا، حساب و کتاب لینا وغیرھا۔ مَثَلًا یہ عقیدہ رکھنا (بھی ضروریاتِ دین میں سے ہے) کہ

حُضُور رحمۃٌ لِّلعٰلمین صلی اللہ علیہ و الہ و سلم "خاتَمُ النَّبِیّین "ہیں حُضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ و الہ و سلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ (بہارِ شریعت حصّہ 1 ص 92 مُلَخَّصاً)

سوال: عقائدِ اہلِ سنّت (یعنی ضروریاتِ دین) کے منکر کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی ایک ضَرورتِ دینی کا منکر کافر ہے اگرچہ باقی تمام ضَروریاتِ دین کی تصدیق کرتا ہو۔ جیسے کوئی شخص اگر تمام ضَروریاتِ دین کو تسلیم کرتا ہو مگر نَماز کی فرضیّت یا ختمِ نبوَّت کا منکِر ہو وہ کافِر ہے۔ کہ نَماز کو فرض ماننا اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ و الہ و سلم کو آخِری نبی ماننا دونوں باتیں ضَروریاتِ دین میں سے ہیں۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت حصّہ 1 ص 92)

سوال: ضَروریاتِ مذہبِ اہلسنّت سے کیا مراد ہے؟

جواب: ضَروریاتِ مذہبِ اہلسنّت سے مراد یہ ہے کہ ان کا مذہبِ اہلسنّت سے ہونا سب عوام و خواصِ اہلسنّت کو معلوم ہو۔ جیسے عذابِ قبر، اعمال کا وزن وغیرہ۔ (نزھۃُ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الایمان، ۱/ ۲۳۹)

سوال: ضروریاتِ مذہبِ اہلسنت کے منکر کا حکم کیا ہے؟

جواب: ضروریاتِ مذہبِ اہلسنت کا منکر بد مذہب و گمراہ ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید، ۲۹/ ۴۱۴)

اللہ کی ذات وصفات کے متعلق عقائد

درود شریف کی فضیلت

فَرمانِ مُصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بروزِ قیامت لوگوں میں سے میرے قریب تر وہ ہو گا جس نے دُنیا میں مجھ پر زیادہ دُرُودِ پاک پڑھے ہوں گے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۷ حدیث ۴۸۴)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سوال: اللہ تعالی کے بارے میں ایک مسلمان کا کیا عقیدہ ہونا چاہئے؟

جواب: اللہ تعالی کے بارے میں ایک مسلمان کا مندرجہ ذیل عقیدہ ہونا چاہئے:

عقیدہ: (۱)۔۔۔اللہ موجود ہے اور ایک ہے۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ افعال میں، نہ احکام میں، نہ اسماء میں۔ (قُلْ ہُوَاللہُ اَحَدٌ پ۳۰، الإخلاص: ۱۔ وَاِلٰـہُکُمْ اِلٰـہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ پ۲، البقرۃ: ۱۶۳) (لَا شَرِیْکَ لَہٗ پ۸، الأنعام: ۱۶۳، بہارِ شریعت ج۱، ص۲)

سوال: اللہ تعالی کے موجود ہونے پر کیا دلیل ہے؟

جواب: ربِ کائنات نے عالم کے ذرے ذرے میں اپنے موجود ہونے کے دلائل قائم فرما دیئے۔ تمام چیزیں کتابوں سے پڑھی جاتی ہیں مگر توحید وہ مضمون ہے جس کے لئے کسی خاص کتاب کی ضرورت نہیں بلکہ عالم کا ہر ذرہ اس مضمون کی خود ایک پُر دلیل کتاب ہے جیسے پتھر، ڈھیلے، نباتات، درخت، حیوان، آسمان، زمین، ستارے، خشکی، سمندر، آگ، ہوا وغیرہ کہ ان سے پہلے خود ہمارے نُفوس، اجسام، اوصاف، احوال، دلوں کا بدلنا اور ہماری حرکات وسکنات کی تمام حالتیں وجودِ باری تعالٰی پر گواہ ہیں۔ مگر اس کائنات میں ایک فرقہ ایسا ہے جو اللہ تعالی کے وجود کا انکار کرتا ہے جسے "دہریہ" کہتے ہیں۔

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک دہریہ (یعنی اللہ کی ہستی کے منکر) کے ساتھ مناظرہ ہوا اور موضوعِ مناظرہ یہی مسئلہ تھا کہ عالَم کا کوئی خالق ہے یا نہیں؟ چنانچہ میدانِ مناظرہ میں لوگ جمع ہو گئے مگر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ وقتِ مقررہ سے بہت دیر کے بعد تشریف لائے، دہریہ نے پوچھا کہ آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی؟ آپ نے فرمایا: ''اگر میں اس کا جواب یہ دوں کہ میں ایک جنگل کی طرف نکل گیا تھا وہاں مجھے ایک عجیب واقعہ نظر آیا جس کو دیکھ کر میں حیرت میں آکر وہیں ٹھہر گیا، اور وہ واقعہ یہ تھا کہ دریا کے کنارے ایک درخت تھا دیکھتے ہی دیکھتے وہ درخت خود بخود کٹ کر زمین پر گر پڑا پھر خود اس کے تختے تیار ہوئے پھر ان تختوں کی خود بخود کشتی تیار ہوئی اور خود بخود دریا میں چلی گئی اور پھر خود بخود ہی وہ دریا کے اِس طرف کے مسافروں کو اُس طرف اور اُس طرف کے مسافروں کو اِس طرف لانے اور لے جانے لگی، پھر ہر ایک سواری سے خود ہی کرایہ بھی وصول کرتی تھی۔ بتاؤ تم میری اس بات پر یقین کروگے؟'' دہریہ نے یہ سن کر ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا: ''آپ جیسا بزرگ اور امام جھوٹ بولے تو بڑا تعجب ہے! بھلا یہ کام کہیں خود بخود ہو سکتے ہیں؟ جب تک کوئی کرنے والا نہ ہو کسی طرح نہیں ہو سکتے''۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ تو کچھ بھی کام نہیں ہے، تمہارے نزدیک تو اس سے بھی زیادہ بڑے بڑے عالیشان کام خود بخود بغیر کسی کرنے والے کے تیار ہوتے ہیں، یہ زمین، یہ آسمان، یہ چاند، یہ سورج، یہ ستارے، یہ باغات، یہ صدہا قسم کے رنگین پھول اور شیریں پھل، یہ پہاڑ، یہ چوپائے، یہ انسان اور یہ ساری خدائی بغیر بنانے والے کے تیار ہو گئی ہے۔ اگر ایک کشتی کا بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود بن جانا جھوٹ ہے تو سارے جہان کا بغیر بنانے والے کے بن جانا

اس سے بھی زیادہ جھوٹ ہے"۔ دہریہ آپ کی تقریر سن کر دم بخود حیرت میں آ گیا اور فوراً اپنے عقیدے سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔ (تفسیرِ کبیر جلد۔۱۔ص۲۲۱)

کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے
وہی خدا ہے وہی خدا ہے

سوال: اگر اللہ تعالی موجود ہے تو دکھتا کیوں نہیں؟

جواب: کسی چیز کا دکھائی نہ دینا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں، جیسے کہ ہوا، ہمیں نہیں دکھائی دیتی مگر اس کا وجود سب مانتے ہیں۔ اور اللہ کا دکھائی نہ دینے کی ایک حکمت یہ ہے کہ جو چیز ہم دیکھتے ہیں وہ ہمارے ذہن میں مُنَقَّش یعنی چھپ جاتی ہے، اور وہ ہمارے ذہن کے احاطہ میں آ کر چھوٹی ہو جاتی ہے، پس اگر اللہ تعالی دکھائی دے تو اللہ ہمارے ذہن کی احاطہ میں آ کر چھوٹا اور ہمارا ذہن بڑا ہو جائے گا، جو کہ کفر ہے۔

کسی عالم سے ایک دہریہ (یعنی وہ شخص جو اللہ کو نہیں مانتا) نے سوال کیا: "اگر اللہ موجود ہے تو مجھے دکھاؤ؟" عالم صاحب نے جواب دیا: "میاں! ایسا ہرگز نہیں ہے کہ جو چیز دکھائی نہ دے وہ معدوم (یعنی نہیں) ہے" اس نے کہا: "اگر دکھا سکتے ہو تو ٹھیک ورنہ اِدھر اُدھر کی بات مت کرو" عالم صاحب نے کہا: "میاں! تم میں عقل ہو تو میں تم سے بات کروں تم تو پاگل ہو" دہریہ یہ سن کر غصے میں آگ ببولا ہو گیا اور کہنے لگا: "حضرت! آپ کو نہیں معلوم کہ میں کتنا بڑا عقلمند ہوں، فُلاں فُلاں اِداروں سے میں نے علم حاصل کیا ہے"۔ عالم صاحب نے کہا: "میاں! اگر تم عقلمند ہو تو اپنی عقل دکھاؤ" اس نے کہا: "بھلا عقل بھی دکھانے کی چیز ہے جو میں آپ کو دکھاؤں" عالم صاحب نے کہا: "میاں! جب تم اپنی عقل نہیں دکھا سکتے جو کہ

تمہارے جسم کے اندر ہے، تو بھلا میں اس اللہ کو کیسے دکھا سکتا ہوں جو میرے بس سے باہر ہے" وہ دہریہ ان کلمات کو سن کر لاجواب ہو گیا۔

بس اتنا سمجھ لو کہ عقل دکھتی نہیں ہے مگر بندے کی باتوں، اس کے افعال و کردار سے سمجھی جاتی ہے کہ یہ بندہ عقلمند ہے یا بیوقوف، بس اسی طرح اللہ تعالی کو دیکھا نہیں جا سکتا کہ اس کو دیکھنے کی ہماری آنکھوں میں تاب نہیں، لیکن اس کے باوجود اللہ کی ہستی (یعنی ہونے) کا پتا ذرہ ذرہ دے رہا ہے۔

دکھائی بھی جو نہ دے نظر بھی جو آ رہا ہے
وہی خدا ہے وہی خدا ہے
جو دن کو رات اور رات کو دن بنا رہا ہے
وہی خدا ہے وہی خدا ہے

سوال: اللہ تعالی کے ایک ہونے پر کیا دلیل ہے؟

جواب: اس دنیا کو بنانے والا ایک ہے اور وہ اللہ تعالی ہے۔ اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ: "اس دنیا کو بنانے میں اور اس کی تدبیر کے لئے ایک خدا کافی ہو گا یا ایک خدا کافی نہ ہو گا بلکہ ایک سے زائد کی ضرورت ہو گی، پس اگر ایک اکیلا خدا اس دنیا کو بنانے اور اس کی تدبیر کے لئے کافی ہے تو دوسرے خدا کو ماننا عبث و بیکار ہے، اور اگر ان میں سے ایک اکیلا اس دنیا کو بنانے اور اس کی تدبیر کے لئے کافی نہیں بلکہ دوسرے کی ضرورت ہے تو پھر وہ ناقص ہے اور جو ناقص ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر فرض کیا جائے (یعنی مانا جائے) کہ ایک خدا اس دنیا کو بنانے اور اس کی تدبیر کے لئے کافی نہیں ہے اور اس کو کسی دوسرے کی بھی ضرورت ہے تو کیا ضروری ہے کہ

دو مل کر کافی ہو جائیں بلکہ ان کو تیسرے کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے، چوتھے کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے اور یہ ضرورت کسی ایک عدد پر موقوف نہیں ہو گی بلکہ اس طرح غیر متناہی (یعنی لا تعداد) خداؤں کی ضرورت ہو گی جو کہ درست نہیں کہ ماننے گئے تھے دو خدا ماننا پڑا اربوں خداؤں کو۔"

عقیدہ:(۲)۔۔۔اللہ قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے، اَزَلی کے بھی یہی معنی ہیں۔

عقیدہ:(۳)۔۔۔اللہ باقی ہے یعنی ہمیشہ رہے گا اور اِسی کو اَبدی بھی کہتے ہیں۔

سوال: اللہ کب سے ہے اور کب تک رہے گا؟

جواب: اللہ تعالی کی نہ تو کوئی ابتدا ہے اور نہ کوئی انتہا کہ جس کو بنیاد بنا کر یہ کہا جا سکے کہ اللہ تعالی کی ابتدا یہاں سے اور انتہا یہاں تک ہے، بلکہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، ہر چیز کے لئے فنا ہے مگر اس کو فنا نہیں۔

بعض لوگوں کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ زمین کو اللہ نے پیدا کیا، آسمان کو اللہ نے پیدا کیا، اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ مَعَاذَ اللہ۔ یہ شیطانی وسوسہ ہے جیسے کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ فُلاں چیز کس نے پیدا کی؟ فُلاں کس نے؟ یہاں تک کہ وہ کہتا ہے تمہارے ربّ کو کس نے پیدا کیا؟ جب اس حد تک پہنچے تو "اَعُوْذُبِاللہِ" پڑھ لے اور اس سے باز رہے۔" (صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۹۹ حدیث ۳۲۷۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یعنی اس کا جواب سوچنے کی کو شش بھی مت کرو وَرْنہ شیطان سُوال پر سُوال کرتا جائے گا۔ بس اَعُوْذُبِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھ کر اسے بھگا دو۔

عقیدہ:(۴)۔۔۔اللہ ہی اس کا مستحق ہے کہ اُس کی عبادت و پرستش کی جائے۔

سوال: عبادت کا مستحق اللہ تعالی ہے اس پر کیا دلیل ہے؟

جواب: اللہ تعالی عبادت کا سب سے زیادہ مستحق (یعنی حقدار) نہیں بلکہ صرف اور صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اُس کے سوا کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں، اور اس کی چند وجوہات و حکمت ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی حکمت: عبادت کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو عبادت کرنے والے کو نفع پہنچانے اور اس کا ضرر (یعنی نقصان) دور کرنے کی قدرت رکھتا ہو، اور یہ صفت صرف اللہ تعالی میں پائی جاتی ہے، جبکہ بت بے اختیار ہیں کہ وہ کسی کی مدد نہیں کرسکتے اور کسی کی کیا مدد کریں گے خود انہیں کوئی ضرر پہنچے تو اسے دور نہیں کرسکتے۔ اپنی حفاظت نہیں کرسکتے لہٰذا ایسے مجبور و بے اختیار کو پوجنا انتہا درجے کا جہل ہے۔(صراط الجنان جلد ۳ ص ۴۹۶)

دوسری حکمت: اللہ تعالی کے سوا کوئی عبادت کا مستحق کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ معبود وہ ہے جو قدرتِ کاملہ رکھتا ہو اور کسی کا حاجت مند نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایسا کوئی نہیں، لہٰذا صرف اسی کو رب مانو اسی کی عبادت کرو۔(صراط الجنان جلد ۳ ص ۸۱۔۸۲)

تیسری حکمت: عبادت کا مستحق صرف وہی ہے جو کائناتِ اَرضی و سَماوی پر قدرت رکھتا ہو اور جمیع معلومات کا عالِم ہو، جو ایسا نہیں وہ کسی طرح عبادت کا مستحق نہیں۔ جبکہ اللہ تعالی ان تمام صفات سے متصف ہے۔

(...خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۲۵، ۳/ ۴۰۸، ملخصاً۔) صراط الجنان جلد ۷ ص ۱۹۴)

چوتھی حکمت: پارہ ۲۱ سورۂ لقمٰن کی آیت نمبر ۲۶ میں ارشادِ خداوندی ہے:

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۶﴾ (پ۲۱ لقمٰن ۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

اس آیتِ پاک میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کے مملوک، مخلوق اور بندے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے تو زمین و آسمان میں اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق بھی نہیں۔

(خزائن العرفان)(جلالین، لقمان، تحت الآیۃ: ۲۶، ص۳۴۸)

عقیدہ:(۵)۔۔۔اللہ بے پرواہ ہے، کسی کا محتاج نہیں اور تمام جہان اُس کا محتاج ہے۔(اَللّٰهُ الصَّمَدُ) پ۳۰، الإخلاص: ۲)

سوال: اللہ تعالی کسی کا محتاج کیوں نہیں ہے؟

جواب: جو کسی کا اثر قبول کرے اور محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا، خدا ہونے کے لئے بے پرواہی اور عدمِ محتاجی (یعنی محتاج نہ) ہونا ضروری ہے۔ اسی وجہ سے انسانوں اور بتوں میں سے کوئی بھی خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ خود اپنے وجود میں غیر کے محتاج ہیں۔

عقیدہ: (۶)۔۔۔جس طرح اللہ کی ذات قدیم اَزلی اَبدی ہے اسی طرح اس کی صفات بھی قدیم اَزلی اَبدی ہیں۔ اللہ کی ذات وصفات کے سِوا سب چیزیں حادث ہیں، یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں۔ صفاتِ الٰہی کو جو مخلوق کہے یا حادث بتائے، گمراہ بد دین ہے۔

("المعتقد المنتقد"، ص۴۹)

سوال: اللہ تعالی کی صفات ازلی اور قدیم کس طرح ہیں؟ کیونکہ اللہ تَعَالٰی رازق اس وقت ہو گا جب کہ کوئی مرزوق ہو گا۔ پس جب مخلوق نہ تھی تو صفتِ رزاقیت و خلاقیت بھی نہ

تھیں لہذا یہ صفات بعد میں ہونے کی وجہ سے حادث ہوئیں، اور اگر یہ صفات قدیم ہیں تو مخلوق کا بھی قدیم ہونا لازم آئے گا، اس کا جواب کیا ہو گا؟

جواب: اللہ تعالی کی صفات کا ظہور البتہ غیر پر موقوف ہے یعنی جب تک کوئی غیر نہ ہو یہ صفات ظاہر نہ ہوں گی، مگر خود صفات کا ہونا کسی غیر پر موقوف نہیں، مثلاً ایک شخص کو کتابت یعنی لکھنا آتا ہے اور یہ وصف (یعنی خوبی) اس کو ہمیشہ سے حاصل ہے لیکن یہ وصف ظاہر کب ہو گا؟ کہ جب وہ کچھ لکھے گا، حالانکہ وصفِ کتابت کا ہونا لکھنے پر موقوف نہیں، کہ اگر وہ تمام عمر کچھ نہ لکھے تب بھی اس کو وصفِ کتابت حاصل رہے گا اور اس کو کاتب کہیں گے، پس اسی طرح ازل میں نہ کسی مخلوق کی ہستی تھی اور نہ کسی مرزوق کی، لیکن یہ سب وصف اللہ تَعَالٰی کو بخوبی حاصل تھے، اور اِس سے نہ تو مخلوق کا قدیم ہونا لازم آیا اور نہ اللہ تَعَالٰی کی صفات کا حادث ہونا۔ اس جواب کو خوب غور سے سمجھ لیجئے کہ اکثر اسی شبہ میں مردود ہوتے ہیں۔

(توضیح العقائد ص ۳۴)

عقیدہ: (۷)۔۔۔نہ وہ کسی کا باپ ہے، نہ بیٹا، نہ اُس کے لئے بیوی۔ جو اُسے باپ یا بیٹا بتائے یا اُس کے لئے بیوی ثابت کرے کافر ہے، بلکہ جو ممکن بھی کہے گمراہ بد دین ہے۔

("الشفا"، فصل في بيان ما هو من المقالات كفر، ج ۲، ص ۲۸۳)

سوال: اس عقیدے سے کن لوگوں کا رد ہوتا ہے؟

جواب: اس عقیدے سے یہود و نصاری اور مشرکین کا رد ہوتا ہے کیونکہ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسی مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا

،اور مشرکین عرب نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بتایا ان کے رد میں پارہ ۱، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۱۶، نازل ہوئی چنانچہ فرمانِ باری تعالی ہے:

وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۔ سُبْحٰنَهٗ ۔ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۔ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور (یہود و نصاری) بولے خدا نے اپنے لئے اولاد رکھی۔ (اللہ نے فرمایا) پاکی ہے اسے بلکہ اسی کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کے حضور گردن ڈالے ہیں۔ (پ۱، البقرہ، ۱۱۶)

سوال: اللہ تعالی کا اولاد سے پاک ہونے کی کیا حکمت ہے؟

جواب: اللہ تعالی کا اولاد سے پاک ہونے کی بے شمار حکمتیں ہیں، ان میں چند تفسیرِ نعیمی سے درج ذیل ہیں:

پہلی حکمت: اولاد کی ضرورت مخلوق کو ہوتی ہے کبھی شہوت سے مغلوب ہو کر جماع کرتا ہے جس سے اولاد ہو جاتی ہے، اور کبھی دشمنوں کی قوت سے مجبور ہو کر اولاد کی خواہش کرتا ہے جو اپنا قوتِ بازو ہو اور اس کے ذریعہ رشتہ داریاں بڑھے اور یہ مجبور ہو کر نہ رہے، رب تعالی ہر قسم کی مغلوبی، مجبوری اور محتاجی سے پاک ہے لہذا اولاد سے بھی پاک ہے۔

دوسری حکمت: فانی (یعنی ختم ہونے والے) کو اولاد درکار ہوتی ہے تاکہ اس کی نسل باقی رہے، انسان اپنی نسل کی بقا، اپنے بعد اپنے گھر کی آبادی اور اپنے نام کو زندہ رکھنے کے لئے اولاد چاہتا ہے جانوروں کی نسل کی بقا بھی اولاد ہی سے ہے بعض علمِ طبعیات والے فرماتے ہیں کہ درختوں بلکہ پتھروں میں بھی توالد و تناسل ہے بعض درخت نر اور بعض مادہ ہیں نر کی ہوا مادہ کو لگتی ہے جس سے وہ پھلوں سے حاملہ ہو جاتی ہے، بعض درختوں میں تو اس کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے

جیسے ارنڈ، کھجور وغیرہ۔ نیز آسمانی چیزیں قیامت تک فانی نہیں اس لئے ان کی اولاد بھی نہیں جیسے آسمان وغیرہ۔ اور رب تعالی تو واجب الوجود ہے، اس کے لئے فنا نہیں اس لئے اولاد سے پاک ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہوا:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍۚ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِۚ ﴿۲۷﴾ (پ۲۷، الرحمن، ۲۶۔۲۷)

ترجمہ کنز الایمان: زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے۔ اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔

تیسری حکمت: اولاد وہ ہوتی ہے جو نطفے سے پیدا ہو، پس حضرتِ عیسی علیہ السلام حضرتِ جبریل علیہ السلام کے پھونک مارنے سے پیدا ہوئے نہ کہ نطفے سے، اسی لئے حضرتِ عیسی علیہ السلام حضرتِ جبرائیل علیہ السلام کے بیٹے نہیں، حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے مگر آپ علیہ السلام مٹی کے بیٹے نہیں، ہمارے اور آپ کے سر کی جوں جو کہ ہمارے میل کچیل سے پیدا ہوتی ہے ہماری اولاد نہیں کیونکہ وہ ہمارے نطفے سے نہیں اور رب تعالی نطفے وغیرہ سے پاک ہے لہذا وہ اولاد سے بھی پاک ہے۔

چوتھی حکمت: اولاد میں ماں باپ کی شرکت ہوتی ہے کہ اس کے کچھ اعضاء باپ کے نطفے سے بنتے ہیں کچھ ماں کے، اگر رب تعالی کی اولاد ہوتی تو اس میں ماں کی شرکت ہو جاتی اور وہ اس کا مستقل خالق نہ ہوتا اور یہ تو بڑا عیب ہے لہذا وہ اولاد سے پاک ہے۔

پانچویں حکمت: اولاد ایک وقت تک ماں باپ کی محتاج پھر ان سے بے پرواہ اور پھر معاملہ برعکس کہ ماں باپ بعض کاموں میں اولاد کے محتاج اور رب تعالی محتاجی سے پاک لہذا وہ اولاد سے بھی پاک ہے۔

چھٹی حکمت: اکثر اولاد والا خود بھی کسی سے نکلتا یعنی پیدا ہوتا ہے جب کہ رب تعالی کسی سے نہیں بنا(یعنی اس کا کوئی باپ نہیں)تو اس کی بھی کوئی اولاد نہیں اسی لئے فرمایا:

لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔

ساتویں حکمت: بیٹا اپنے باپ کا نمونہ اور ہم شکل ہوتا ہے رب تعالی ہم شکل اور کسی کا نمونہ بننے سے پاک ہے لہذا وہ اولاد سے پاک ہے۔

آٹھویں حکمت: بیٹے تین قسم کے ہوتے ہیں :(۱) پوت (۲)سپوت اور(۳) کپوت۔ پوت وہ ہے جو باپ کے برابر کمال وخوبی کا مالک ہو یعنی باپ جیسا ہو ویسا بیٹا۔ سپوت وہ جو باپ سے بڑھ جائے یعنی کمال وخوبی میں باپ سے زیادہ ہو۔ اور کپوت وہ جو کمال وخوبی میں باپ سے کم ہو بلکہ باپ کے نام کو ڈبو دے۔ اگر رب تعالی کے بیٹا ہوتا تو سوال ہوتا کہ وہ کس قسم کا ہے ؟ اگر سپوت ہے تو چاہئے اس کی مخلوق رب کی مخلوق سے بڑھی ہوئی ہو کہ رب تعالی کے لئے سات آسمان ہیں تو اس کے کم از کم آٹھ تو ہوں اور اگر پوت ہے تو خالقیت اور مالکیت وغیرہ میں برابر ہونا چاہئے تھا اور کپوت ہوتا تو بیٹے کے عیب اور باپ کی مجبوری پر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا تو نالائق رہا اور باپ اسے درست نہ کر سکا۔ اور ان سب باتوں سے اللہ تعالی پاک ہے لہذا وہ اولاد سے بھی پاک ہے۔(ماخوذ از تفسیر نعیمی جلد۔۱۔ص ۵۸۵۔۵۸۷)

اعتراض: مسلمان بھی کہتے ہیں کہ بعض بندے محبوب اور بعض خلیل اور بعض اللہ تعالی کے حبیب ہیں جیسے کہ رب بیٹے سے پاک ہے چاہئے کہ دوست بنانے سے بھی پاک ہوتا؟

جواب: محبوب ہونا، مخلوق ہونے کے خلاف نہیں، اور اصطفائی (یعنی کسی کو چن لینا) عبدیت (یعنی بندہ ہونے) کے خلاف نہیں ہو سکتا ہے کہ بادشاہ اپنے غلاموں اور کنیزوں کو اپنا مقبولِ بارگاہ کرتا ہے لیکن اس سے وہ غلام ہی رہیں گے بادشاہ کے بیٹے نہیں ہوں گے پس اسی طرح اگر اللہ تعالی نے اپنی مخلوق میں کسی کو اپنا محبوب یا حبیب بنالیا تو وہ خدا نہیں ہوں گے بلکہ بندے ہی رہیں گے اور اللہ تعالی کے بعض بندے اس کے پیارے اور محبوب ہیں اس لئے ہیں کہ وہ اس کی حقِ بندگی خوب ادا کرتے ہیں۔ (تفسیر نعیمی جلد۔۱۔ص ۵۸۷)

عقیدہ: (۸) اللہ تعالی ہر شے کا خالق ہے، ذوات ہوں خواہ افعال، سب اُسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ (پ۱۳، الرعد:۱۶۔ پ۲۳، الصآفات:۹۶)

سوال: اس عقیدے میں کس فرقے کا رد ہے؟

جواب: اس عقیدے میں فرقۂ فلاسفہ اور معتزلہ کا رد ہے۔ فلاسفہ نو عقول کے قائل ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے صرف عقلِ اوّل کو پیدا کیا، پھر عقلِ اوّل نے عقلِ ثانی کو، ثانی نے ثالث کو، ثالث نے رابع کو، رابع نے خامس کو، خامس نے سادس کو، سادس نے سابع کو، سابع نے ثامن کو، ثامن نے تاسع کو، اور تاسع نے ساری دنیا کو۔

جبکہ معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالی صرف ذوات کا خالق ہے افعال کا نہیں، بلکہ افعال کا خالق خود ذوات ہیں یعنی اللہ تعالی نے صرف انسانوں کو پیدا کیا اور انسان جو بھی کام کرتا ہے مثلاً: چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا، بولنا، ہنسنا، نیکی و بدی کرنا، ان کا خالق وہ خود ہے۔ اسی وجہ سے قیامت کے دن اس سے پوچھ تاچھ ہو گی۔ (شرح عقائد نسفیہ)

اور اہلِ سنّت و الجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ "**اللہ ہر شے کا خالق ہے، ذوات ہوں خواہ افعال، سب اُسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں**" ہاں! بندہ اپنے افعال کا کاسب (یعنی کمانے والا) ہے، اور کاسب ہونے کی وجہ سے قیامت میں پوچھ تاچھ ہو گی نہ کہ خالق ہونے کی وجہ سے۔

(احیاء العلوم ج۴ ص۲۱ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

عقیدہ : (۹) اللہ تعالی جسم، جہت، مکان، شکل و صورت اور حرکت و سکون سب سے پاک ہے۔

سوال: اللہ تعالی کا جسم سے پاک ہونے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: اللہ تعالی جسم سے پاک ہے اس لئے کہ ہر جسم مرکب (یعنی کئی چیزوں سے مل کر بنا ہوا) ہوتا ہے اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے کیونکہ ہر مرکب پر ان اجزاء کا تقدّم (یعنی پہلے ہونا) ضروری ہے جن سے وہ مرکب چیز (بنی ہوئی) ہے، اور اللہ تعالی کو حادث ماننا یا ایسا قول کرنا جس سے اس کا حادث ہونا لازم آئے کفر ہے، اس لئے کہ حادث کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز پہلے موجود نہ تھی پھر وہ موجود ہوئی حالانکہ اللہ تعالی قدیم و اَزَلی ہے نہ وہ کبھی معدوم رہا اور نہ کبھی معدوم ہو گا بلکہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ (فتاوی شارح بخاری جلد اول ص ۱۳۲)

سوال: اللہ تعالی کا صورت سے پاک ہونے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: اللہ عزوجل کا صورت سے پاک ہونے کی حکمت کے متعلق شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنے فتاوی شارح بخاری میں لکھتے ہیں: اللہ عزوجل صورت سے پاک ہے کیونکہ صورت مُتَنَاهِی (یعنی جس کی انتہاء ہو) اور مُجَسِّم (یعنی جسم والی) چیزوں کے لئے ہوتی ہے اور اللہ تعالی تَنَاهِی (یعنی جس کی انتہاء ہو) اور تَجَسُّم (یعنی جسم والا

ہونے) سے مُنَزَّہ (یعنی پاک) ہے اسی لئے اللہ تعالی کے لئے صورت کا اطلاق (یعنی ثابت کرنا) جائز نہیں ہے، بلکہ اگر صورت سے مراد معنیٔ متعارف (یعنی مخلوقات کی صورت) ہو تو صریح کفر ہے۔ (فتاوی شارح بخاری جلد اول ص ۱۳۱)

سوال: اللہ تعالی کا مکان و جہت سے پاک ہونے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: اللہ تعالی کا مکان و جہت سے پاک ہونے میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں ان میں سے دو حکمت ملاحظہ فرمایئے:

پہلی حکمت: ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی کے علاوہ ہر چیز حادث ہے یعنی پہلے نہ تھی بعد میں پیدا ہوئی پس زمین و آسمان، عرش و کرسی، اوپر نیچے دائیں بائیں وغیرہ بھی حادث ہیں۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالی اوپر ہے یا آسمان پر ہے یا عرش پر ہے یا ہر جگہ ہے تو پھر آسمان، عرش بلکہ ہر جگہ کو قدیم ماننا لازم آئے گا جو کہ کفر ہے۔ یا پھر یہ ذہن بنانا پڑے گا کہ پہلے اللہ تعالی جگہ و مکان سے پاک تھا بعد میں جُوں جُوں وہ چیزیں بناتا گیا اُن میں "رہتا" چلا گیا۔ جب "اوپر" وُجُود میں آیا تو اوپر آ گیا، جب "نیچے" کی تخلیق ہوئی تو نیچے اُتر آیا، "عرش" بنایا تو عرش پر پہنچ گیا اور جب "جگہیں" پیدا کیں تو ہر جگہ تشریف لا کر رہنے لگا۔ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلاَّ بِاللہ

اُمّید ہے کہ مسئلہ سمجھ میں آ گیا ہو گا۔ بہر حال شرعی حکم یہی ہے اللہ تعالی کے بارے میں یوں کہنا کہ وہ "اوپر" یا "آسمان پر رہتا ہے" یا "ہر جگہ ہے" کہنا کفرِ لُزومی ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے والا مسلمان اگرچہ عُلمائے مُتَکلِمین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبین کے نزدیک اسلام سے خارِج

نہیں ہوتا تاہم فُقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلام کے نزدیک اس پر حکمِ کفر ہے۔ لہٰذا اس پر لازم ہے کہ توبہ، تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح کرے۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب ص ۱۱۱۔۱۱۴)

دوسری حکمت: یہ ہے کہ ظرف مظروف سے بڑا ہوتا ہے مثلاً ہم کمرے میں رہتے ہیں تو ہم مظروف اور کمرہ ظرف ہے اور کمرہ ہم سے بڑا ہوتا ہے پس اگر اللہ عزوجل کے لئے مکان ثابت کریں تو مکان کا اللہ عزوجل سے بڑا ہونا لازم آئے گا جو کہ کفر ہے کیونکہ اللہ عزوجل ہر چیز سے بڑا ہے جیسے کہ پانچوں نمازوں کی اذانوں میں مؤذن اَللّٰہُ اَکْبَر۔ اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہے یعنی اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔ اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔

سوال: جب اللہ مکان سے پاک ہے تو "اللہ ہر جگہ ہے" کہنا کیسا ہے؟

جواب: یقیناً اللہ تعالی مکان سے پاک ہے اور اس کے لئے مکان ثابت کرنا کفر ہے، آجکل عوام بلکہ خواص کہلانے والے بھی یہ جملہ کہتے رہتے ہیں: "اللہ تعالی ہر جگہ ہے" حالانکہ یہ جملہ صحیح نہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے "اللہ تعالی کی قدرت ہر جگہ ہے"۔

(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب ص ۱۱۱۔۱۱۴)

سوال: جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے مکان ثابت کرنا کفر ہے تو کعبہ شریف اور مساجد کو اللہ کا گھر کیوں کہا جاتا ہے؟ کیا یہ کفر نہیں ہے؟

جواب: کعبہ شریف اور اسی طرح مساجد کو بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر کہنے کی وجہ یہ نہیں کہ مَعَاذَ اللہ وہ جگہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مکان ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ وہاں پر رہتا ہے، یہی آپ کی غلط فہمی ہے جس کی وجہ سے سوال کرنے کی نوبت آئی اس لئے کہ اسلامی عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ جسم وجسمانیات مکان وزمان وغیرہ جمیع حوادث (تمام اشیاء جو پہلے نہیں تھی

پھر پیدا ہوئی) سے پاک ہے وہ تو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا لہٰذا جو اس کے لئے مکان ثابت کرے تو یہ بالیقین کفر ہے۔ اب آپ کے خلجان کو دور کرنے کی طرف آتے ہیں کہ پھر مساجد اور کعبۃ اللہ کو اللہ تعالیٰ کا گھر کیوں کہتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اضافت، تشریفی کہلاتی ہے یعنی کعبہ شریف اور مساجد کے مقام و مرتبہ کو ظاہر کرنے کے لئے خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہوتی ہے اور یہ بلاشبہ جائز ہے، قرآن وحدیث میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت صالح علٰی نَبِیِّنَا وعلیہ الصَّلٰوۃ وَالسَّلام کی دعا سے ظاہر ہونے والی اونٹنی کو "ناقۃ اللہ یعنی اللہ کی اونٹنی"، حضرت جبریل علیہ السَّلام کو "روحنا یعنی ہماری روح" اور کعبہ شریف کو "بیتی یعنی میرا گھر" فرمایا ہے، اسی طرح احادیثِ طیبہ میں تمام مساجد کو "بیوت اللہ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گھر" فرمایا۔ یہ سب اضافتیں تشریفی ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف خصوصی نسبت کرتے ہوئے ان چیزوں کی عظمت و شرافت کا اظہار ہوتا ہے لہٰذا کعبہ شریف اور مساجد کو تعظیم و تکریم کے پیش نظر "اللہ کا گھر" کہنا جائز ہے، اس میں کسی قسم کا کوئی حرج نہیں۔

اضافتِ تشریفی سے متعلق علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرَّحمہ ایک حدیثِ پاک میں مذکور الفاظ "فِیْ ظِلِّہٖ" (یعنی اللہ کے سائے میں) کی وضاحت میں فرماتے ہیں: "میں کہتا ہوں کہ سایہ کی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف اضافت، شرف دینے کے لئے ہے تاکہ اسے دیگر سے امتیازی خصوصیت حاصل ہو جائے جیسا کہ کعبہ کو اللہ کا گھر کہا جاتا ہے، حالانکہ تمام مسجدیں اسی کی ملکیت ہیں۔ رہا، سایہ اپنے حقیقی معنٰی کے اعتبار سے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے پاک و منزہ ہے کیونکہ یہ اجسام کی خصوصیات میں سے ہے۔" (عمدۃ القاری، ج5، ص259،260)

عقیدہ: (۱۰) اللہ ہر کمال و خوبی کا جامع ہے اور ہر اُس چیز سے جس میں عیب و نقصان (یعنی کمی) ہے پاک ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے؟

جواب: جی ہاں! عیب و نقصان کا اللہ تعالیٰ میں ہونا مُحال ہے، بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو، نہ نقصان، وہ بھی اُس کے لئے مُحال، مثلاً: جھوٹ، دغا، خیانت، ظلم، جہل، بے حیائی وغیرہا عیوب اُس پر قطعاً محال ہیں اور یہ کہنا کہ جھوٹ پر قدرت ہے بایں معنی کہ وہ خود جھوٹ بول سکتا ہے، مُحال کو ممکن ٹھہرانا اور خدا کو عیبی بتانا بلکہ خدا سے انکار کرنا ہے اور یہ سمجھنا کہ مُحالات پر قادر نہ ہو گا تو قدرت ناقص ہو جائے گی باطل محض ہے، کہ اس میں قدرت کا کیا نقصان! نقصان تو اُس مُحال کا ہے کہ تعلّقِ قدرت کی اُس میں صلاحیت نہیں۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۶۔۷)

سوال: کیا محال چیز پر اللہ تعالیٰ قادر ہے؟

جواب: جو چیز مُحال ہے، اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ اُس کی قدرت اُسے شامل ہو۔ مُحال اسے کہتے ہیں جو موجود نہ ہو سکے اور جب مقدور ہو گا تو موجود ہو سکے گا، پھر مُحال نہ رہا۔ اسے یوں سمجھو کہ دوسرا خدا مُحال ہے یعنی نہیں ہو سکتا تو یہ اگر زیرِ قدرت ہو تو موجود ہو سکے گا تو مُحال نہ رہا اور اس کو مُحال نہ ماننا وحدانیت کا انکار ہے۔ یونہی فنائے باری تعالیٰ مُحال ہے، اگر تحتِ قدرت ہو تو ممکن ہو گی اور جس کی فنا ممکن ہو وہ خدا نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ مُحال پر قدرت ماننا اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت سے ہی انکار کرنا ہے۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۶)

سوال: اللہ تعالیٰ کو "اللہ" کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اللہ کو اللہ کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مفسرِ قرآن، امام المحققین، قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر شیرازی بیضاوی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی مایہ ناز تفسیر "تفسیرِ بیضاوی" میں اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ لفظِ اللہ کی اصل اِلٰہٌ ہے پس ہمزہ کو حذف کر دیا گیا اور اس کے عوض (یعنی بدلے) شروع میں الف لام لایا گیا تو اللہ ہو گیا۔ اور اِلٰہٌ کے کئی معانی اس کے مشتقات کے اعتبار سے آتے ہیں مثلاً:

پہلی وجہ: لفظِ اللہ اَلِہَ اِلٰھَۃً اُلُوْھَۃً اور اُلُوْھِیَّۃً سے مشتق (یعنی بنا) ہے بمعنی عبادت کرنا،، پس اِلٰہٌ مصدر بمعنی مَألُوْہٌ اسمِ مفعول ہے جیسے کتاب بمعنی مکتوب ہے، لہذا مَألُوْہٌ بمعنی مَعْبُوْدٌ ہوا یعنی عبادت کیا ہوا۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی عبادت کی جاتی ہے کہ وہ معبود ہے۔

دوسری وجہ: لفظِ اللہ اَلِہَ سے مشتق (یعنی بنا) ہے، اور اَلِہَ سے تَألَّہَ اور اِسْتَألَہَ ہے بمعنی عبد یعنی غلام بن جانا۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ ساری مخلوق اس کی عبد یعنی غلام ہے۔

تیسری وجہ: لفظِ اللہ اَلِہَ سے مشتق (یعنی بنا) ہے بمعنی حیران ہوا۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی معرفت (یعنی پہچان) میں سب حیران ہیں۔

چوتھی وجہ: لفظِ اللہ اَلِھْتُ اِلٰی فُلَانٍ سے مشتق ہے بمعنی میں نے فلاں کے پاس جا کر سکون پایا۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ لوگوں کے دل بھی اس کے ذکر سے سکون پاتے ہیں اور روحیں اس کی معرفت کی طرف سکون پاتی ہیں۔ جیسے کہ قرآنِ پاک میں ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِؕ-اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ(۲۸) (پ۱۳، الرعد، ۲۸)

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

پانچویں وجہ: لفظِ اللہ اَلَہَ سے مشتق (یعنی بنا) ہے بمعنی جب نازل شدہ مصیبت سے گھبرا جائے تو اسے پناہ دی جائے۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ جب عابد مصیبتوں سے گھبرا کر اللہ تعالی کی طرف جاتا ہے تو اللہ تعالی اس کو پناہ دیتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تبارک و تعالی خود ارشاد فرماتا ہے:

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (۲۰۰)

ترجمہ کنزالایمان: اور اے سننے والے اگر شیطان تجھے کوئی کونچا دے (یعنی کسی برے کام پر اُکسائے) تو اللہ کی پناہ مانگ بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔ (پ۹، الاعراف، ۲۰۰)

چھٹی وجہ: لفظِ اللہ اَلَہَ اَلْفَصِیْلُ سے مشتق (یعنی بنا) ہے بمعنی جبکہ وہ اپنی ماں کے ساتھ چمٹ جائے۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ بندے بھی اللہ کی رحمت کے ساتھ مصیبتوں میں گریاوزاری کرتے ہوئے چمٹنے والے ہوتے ہیں۔

ساتویں وجہ: لفظِ اللہ وَلِہَ سے مشتق (یعنی بنا) ہے بمعنی متحیر و مخبوط العقل ہو جانا، پوشیدہ ہو جانا، چھپ جانا۔ بلند ہو جانا۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالی بھی بندوں کی نظروں سے، آنکھوں کے ادراک سے پوشیدہ ہے اور ہر چیز سے بلند و بالا ہے۔ اور اس کی معرفت میں بندے متحیر اور ان کی عقلیں مخبوط ہیں۔ (ماخوذ از تفسیر بیضاوی ص ۴۔۵)

سوال: اللہ تعالی کے کتنے نام ہیں؟

جواب: مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ المنان تفسیرِ نعیمی میں لکھتے ہیں: حق تعالی کے تین ہزار نام ہیں جن میں سے ایک ہزار کو ملائکہ جانتے ہیں اور ایک ہزار صرف انبیائے کرام علیہم السلام اور باقی ایک ہزار میں سے تین سو نام تورات شریف میں اور تین سو انجیل میں اور تین سو زبور میں اور ننانوے نام قرآن پاک میں ہیں اور ایک نام وہ ہے جس کو صرف حق تعالی ہی جانتا ہے لیکن بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم میں حق تعالی کے جو تین نام اللہ، رحمٰن اور رحیم آئے ، ان تین میں ان تین ہزار کے معنی پائے جاتے ہیں لہذا جس نے ان تین ناموں سے حق تعالی کو یاد کر لیا گویا اس نے تمام ناموں سے اس کو یاد کیا۔ (تفسیر نعیمی جلد۔۱۔ص ۴۱)

سوال: اللہ تعالی کی صفات کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: اللہ تَعَالٰی کی صفات کی دو قسمیں ہیں: (۱)۔۔۔صفاتِ ذاتیہ (۲)۔۔۔صفاتِ فعلیہ۔

سوال: صفاتِ ذاتیہ سے کیا مراد ہے؟ اور وہ کتنی اور کون کون سی ہیں؟

جواب: صفاتِ ذاتیہ سے مراد ایسی صفات ہیں جو اللہ تَعَالٰی کی ذات کے ساتھ ہمیشہ سے متصل ہیں، اور اس سے وہ صفات کسی بھی لمحہ کے لئے جدا نہیں ہو سکتیں، اور اللہ تعالی ان صفات کی ضد سے متصف نہیں ہوتا، جیسے کہ اللہ تعالی حَی ہے یعنی زندہ ہے، اور اس کی ضد مرنا ہے تو اللہ تعالی مر نہیں سکتا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب "الفقہ الاکبر" میں صرف سات صفاتِ ذاتیہ کو بیان فرمایا ہے حالانکہ ان کے علاوہ اور بھی ہیں، اور وہ یہ ہیں:

(۱)۔۔۔حیات۔(۲)۔۔۔قدرت۔(۳)۔۔۔علم۔(۴)۔۔۔کلام۔(۵)۔۔۔سننا ۔(۶)۔۔۔دیکھنا۔(۷)۔۔۔ارادہ۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۷)

سوال: صفاتِ ذاتیہ کی تفصیل بیان کیجئے۔

جواب: صفاتِ ذاتیہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱)۔۔۔ اللہ تَعَالٰی کی صفتِ ذاتی اَلْحَیَاۃُ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تَعَالٰی حَیّ ہے یعنی خود زندہ ہے اور سب کی زندگی اس کے دستِ قدرت میں ہے، جسے چاہے زندہ کرے اور جسے چاہے موت دے۔(بہارِ شریعت ج۱، ص۷۔۱۱)

(۲)۔۔۔ اللہ تَعَالٰی کی صفتِ ذاتی اَلْقُدْرَۃُ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تَعَالٰی ہر ممکن پر قادر ہے، کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہیں۔(بہارِ شریعت ج۱، ص۷۔۱۱)

(۳)۔۔۔ اللہ تَعَالٰی کی صفتِ ذاتی اَلْعِلْمُ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تَعَالٰی کا علم ہر شے کو محیط ہے، وہ غیب و شہادت (یعنی غائب اور موجود) سب چیزوں کو جانتا ہے۔(بہارِ شریعت ج۱، ص۷۔۱۱)

(۴)۔۔۔ اللہ تَعَالٰی کی صفتِ ذاتی اَلْکَلَامُ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تَعَالٰی کلام فرماتا ہے جیسے کہ پارہ ۶ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۶۴ میں ارشادِ باری تَعَالٰی ہے: وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا۔ **ترجمۂ کنزالایمان:** اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا۔

مگر اس کا کلام زبان سے نہیں، اور اس کا کلام آواز و الفاظ و حروف سے پاک ہے۔ مثل دیگر صفات کے کلام بھی قدیم ہے، حادث و مخلوق نہیں، جو قرآنِ عظیم کو مخلوق مانے ہمارے امامِ اعظم و دیگر ائمہ رضی اللہ تَعَالٰی عنھم نے اُسے کافر کہا ہے۔("منح الروض الأزہر"، ص۲۶)

(۵)۔۔۔ اللہ تَعَالٰی کی صفتِ ذاتی اَلسَّمْعُ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تَعَالٰی سمیع ہے یعنی ہر پست سے پست آواز کو سنتا ہے مگر اس کا سننا کان سے نہیں ہے۔ اور اُس کا سننا انہیں چیزوں پر منحصر نہیں، بلکہ ہر موجود کو سنتا ہے۔(بہارِ شریعت ج۱، ص۷۔۱۱)

(۶)۔۔۔ اللہ تَعَالٰی کی صفتِ ذاتی اَلْبَصَرُ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تَعَالٰی بصیر ہے یعنی ہر باریک سے باریک چیز کو جو خُوردبین سے محسوس نہ ہو اُسے بھی دیکھتا ہے مگر اس کا دیکھنا آنکھ سے نہیں ہے، کہ آنکھ جسم ہے اور جسم سے وہ پاک ہے۔(بہارِ شریعت ج۱،ص۷۔۱۱)

(۷)۔۔۔ اللہ تَعَالٰی کی صفتِ ذاتی اَلْاِرَادَۃُ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تَعَالٰی ارادہ ومشیت کی صفت سے متصف ہے، اُس کی مشیت اور اِرادہ کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، تمام چیزوں کو اپنے ارادے سے پیدا فرماتا ہے اور ان میں اپنے ارادے سے تصرف فرماتا ہے، یہ نہیں کہ بے ارادہ اس سے افعال سرزد ہوتے ہیں۔(بہارِ شریعت ج۱،ص۷۔۱۱)

سوال: صفاتِ فعلیہ سے کیا مراد ہے؟ اور وہ کتنی اور کون کون سی ہیں؟

جواب: فعلی صفات سے مراد وہ صفات ہیں جن کا ظہور تب ہوتا ہے جب وہ اس کی مخلوق پر واقع ہوتی ہیں، اور مخلوق کے حق میں اس کا نتیجہ اچھے یا برے، نعمت یا نقمت، رحمت یا زحمت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ صفات اللہ تعالی کے ساتھ بالقوۃ ازل سے متصل چلی آ رہی ہیں اور ان کا اظہار بالفعل وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔

اور اس کو بلفظِ دیگر یوں سمجھیں کہ صفاتِ فعلیہ وہ ہیں کہ جن صفات سے وہ موصوف ہو، ان کی ضد سے بھی وہ موصوف ہو۔ مگر ان صفات کا تعلق اور اثر غیر (یعنی مخلوق) کے ساتھ ہو گا، جیسے مارنا اور جلانا، صحت دینا اور بیماری ڈالنا، غنی کرنا اور فقیر کرنا، وغیرہ وغیرہ، ان صفات کو صفاتِ اضافیہ بھی کہتے ہیں۔ اصل میں ان صفات اور ان جیسی سب صفاتِ فعلیہ کو صفتِ تکوین کی تفصیل سمجھنا چاہئے۔(توضیح العقائد ص۳۳)

اللہ تَعَالٰی کی صفاتِ فعلیہ میں سے چند یہ ہیں:

(۱)۔۔۔تَخْلِیْقٌ: اس سے مراد مخلوقات کو پیدا کرنا ہے۔(منح الروض الازہر ص ۳۵)

(۲)۔۔۔تَرْزِیْقٌ: اس سے مراد مخلوقات کو روزی دینا ہے۔(منح الروض الازہر ص ۳۵)

(۳)۔۔۔اِنْشَاءٌ: اس کا معنی پیدا کرنا، پرورش کرنا اور تربیت کرنا ہے، اور اللہ تَعَالٰی تمام مخلوقات کی بتدریج (یعنی رفتہ رفتہ) پرورش فرماتا ہے اور ان کو نقطۂ کمال تک پہنچاتا ہے۔ (منح الروض الازہر ص ۳۵)

(۴)۔۔۔اِبْدَاعٌ: اس کا معنی کسی چیز کو بغیر مادہ کے اور بغیر نمونے کے پیدا کرنا ہے، پس جب اللہ تَعَالٰی نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمانا چاہا تو اس وقت نہ ان کا کوئی مادہ تھا اور نہ کوئی نمونہ، مگر اللہ تَعَالٰی نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ذریعہ لفظِ کن سے پیدا فرمادیا۔(منح الروض الازہر ص ۳۵)

(۵)۔۔۔صُنْعٌ: اس کا معنی صَنْعَت گری کرنا ہے، اور اس کا اظہار مَصْنُوعات (یعنی چیزوں) کے ظاہر ہونے کے وقت ہوتا ہے۔(منح الروض الازہر ص ۳۵)

اللہ تَعَالٰی کی صفاتِ فعلیہ ان کے علاوہ بھی ہیں یہاں پر چند کا ذکر کرنا حصر کے لئے نہیں، بلکہ مثال کے لئے ہیں، ان کے علاوہ جیسے زندہ کرنا، فنا کرنا، اگانا، بڑھانا، چیزوں کو ان کی اصل سے پھیرنا۔ اور یہ تمام کی تمام صفت تکوین کے تحت داخل ہیں۔(منح الروض الازہر ص ۳۵)

سوال: اللہ تعالی کی صفات اللہ کا عین ہیں یا غیر؟

جواب: اہلِ سنّت و الجماعت کا اس بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی کی صفتیں نہ اللہ تعالی کا عین ہیں نہ غیر یعنی صفات اُسی ذات ہی کا نام ہو ایسا نہیں اور نہ یہ کہ اُس کی ذات سے جدا ہیں۔ کیونکہ اگر صفات کو اللہ کا عین مانیں تو جتنی صفات اُتنے خدا، اور یہ کفر ہے کیونکہ اللہ

ایک ہے، اور اگر صفات کو اللہ سے جدا مانیں تو صفات کا حادث ہونا لازم آئے گا، اور یہ بھی کفر ہے۔(بہارِ شریعت ج۱، ص۴)

اعتراض: بعض لوگوں نے کہا کہ آپ کا یہ عقیدہ صحیح نہیں کیونکہ ہر چیز یا تو کسی دوسری چیز میں داخل ہوتی ہے یا اس سے خارج ہوتی ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ نہ چیز میں داخل نہ خارج۔

جواب: اہلِ سنّت والجماعت نے اس کا جواب یہ دیا کہ اس کو یوں سمجھیں کہ پھول کی خوشبو پھول کی صفت ہے جو پھول کے ساتھ ہی پائی جاتی ہے، مگر اس خوشبو کو ہم عینِ پھول نہیں کہتے، اور نہ ہی اُسے پھول سے جدا کہہ سکتے ہیں۔ بس یہی حال اللہ تعالی کی صفات کا ہے کہ وہ نہ خود اللہ ہیں اور نہ ہی اللہ سے جدا۔("شرح العقائد النسفية"، ص۴۷-۴۸)

سوال: کیا اللہ تعالی کی ذات کا ادراک ہو سکتا ہے؟

جواب: اللہ کی ذات کا اِدراک عقلاً مُحال ہے کہ جو چیز سمجھ میں آتی ہے عقل اُس کو محیط ہوتی ہے (یعنی گھیر لیتی ہے) حالانکہ اُس کا کوئی اِحاطہ (یعنی گھیرے) نہیں کر سکتا، البتہ اُس کے افعال کے ذریعہ سے اِجمالاً اُس کی صفات، پھر اُن صفات کے ذریعہ سے معرفتِ ذات حاصل ہوتی ہے۔(بہارِ شریعت ج۱، ص۳)

سوال: کیا اللہ تعالی کا علم ہر شے کو محیط (یعنی گھیرے ہوئے) ہے؟

جواب: جی ہاں! اللہ کا علم ہر شے کو محیط ہے یعنی جزئیات، کلیات، موجودات، معدومات، ممکنات و مُحالات، سب کو اَزل میں جانتا تھا اور اب جانتا ہے اور اَبد تک جانے گا، چیزیں بدلتی ہیں مگر اُس کا علم نہیں بدلتا، دلوں کے خطروں اور وَسوسوں پر اُس کو خبر ہے اور اُس کے علم کی کوئی انتہا نہیں ہے۔("الحديقة الندية"، ج۱، ص۲۵۴)

سوال: کیا دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو سکتا ہے؟

جواب: دنیا کی زندگی میں اللہ عزوجل کا دیدار نبیِّ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے اور آخرت میں ہر سُنّی مسلمان کے لئے ممکن بلکہ واقع۔ رہا قلبی دیدار یا خواب میں، یہ دیگر انبیا علیہم السلام بلکہ اولیائے کرام رحمہم اللہ السلام کے لئے بھی حاصل ہے۔ ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں ۱۰۰ بار زیارت ہوئی۔ اور اللہ کا دیدار بلا کیف ہے، یعنی دیکھیں گے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے۔ پھر رہا یہ سوال کہ کیونکر دیدار ہو گا؟ یہی تو کہا جاتا ہے کہ کیونکر کو یہاں دخل نہیں، اِن شاء اللہ تعالیٰ جب دیکھیں گے اُس وقت بتا دیں گے۔ ان سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک عقل پہنچتی ہے، وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے، اُس تک عقل رسا (یعنی پہنچتی) نہیں، اور وقتِ دیدار نگاہ اُس کا اِحاطہ کرے، یہ محال ہے۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۲۱۔۲۲)("الحديقة الندية" شرح "الطريقة المحمدية"، ج۱، ص۲۵۸۔۲۶۱)

سوال: اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا کیسا ہے؟

جواب: بے شک ہر چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ پر عیاں (یعنی ظاہر) ہے اور وہ ہر چیز کو دیکھتا بھی ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان صفات کو بیان کرنے کے لئے "حاضِر و ناظِر" کے الفاظ استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ ایک تو یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے نہیں ہیں اور دوسرا یہ کہ ان لفظوں کے عربی لُغت میں جو معانی بیان کئے گئے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ "حاضِر" کے معنی عربی لغت میں "نزدیکی، صحن، حاضر ہونے کی جگہ، جو چیز کھلم کھلا بے حجاب آنکھوں کے سامنے ہو" ہے۔ اور "ناظِر" کے معنی "آنکھ کے ڈھیلے کی سیاہی جبکہ نظر کے معنی کسی امر میں تفکّر و تدبّر کرنا، کسی چیز کا اندازہ کرنا اور آنکھ سے کسی چیز میں تامل (یعنی غور و فکر) کرنا"

ہے۔(وقار الفتاویٰ، ج ۱، ص ۶۶) اسی لئے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ان الفاظ کا اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال منع ہے۔ لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان صفات کو بیان کرنے کے لئے "حاضر وناظر" کے بجائے "شَہِیْدٌ وَبَصِیْر" کہا جائے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ۔ **ترجمۂ کنزالایمان:** بیشک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔(پ17، الحج:17)

سوال: اللہ تعالیٰ کو "اللہ میاں" کہنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ "میاں" کا لفظ بولنا ممنوع ہے۔ اللہ پاک، اللہ تعالیٰ، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اللہ تبارَکَ وَتعالیٰ وغیرہ بولنا چاہئے۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "(اللہ تعالیٰ کے لئے) مِیاں کا اِطلاق نہ کیا جائے (یعنی نہ بولا جائے) کہ وہ تین معنیٰ رکھتا ہے، ان میں دو معنی اللہ ربُّ العزّت کے لئے مُحال (یعنی ناممکن) ہیں، اور مِیاں کا معنی: (۱)۔۔۔ آقا۔ (۲)۔۔۔ شوہر۔ (۳)۔۔۔ مرد وعورت میں زِنا کا دلال ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ پر اس کا اِطلاق (یعنی بولنا) مَمنوع ہے۔" (فتاوٰی رضویہ ج14 ص614)

سوال: اللہ تعالیٰ کو سخی کہنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سخی کہنے کے بارے میں میرے شیخِ طریقت، امیر اَہلسنّت، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب "کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب" صفحہ ۱۳۰ پر فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سخی نہیں جَوَّاد کہنا چاہئے۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن (فتاوی رضویہ جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۱۶۵) میں فرماتے ہیں: اسمائے اِلٰہیّہ تَوقِیْفِیَہ (یعنی قرآن وحدیث کی طرف سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ٹھہرائے ہوئے نام) ہیں، یہاں تک کہ اللہ جَلَّ

جَلَالُہ کا جواد ہونا اپنا ایمان مگر اُسے سخی نہیں کہہ سکتے کہ شریعت میں وارِد نہیں۔ مُفَسّرِ شہیر حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: مُحاوَرہ عَرَب میں عُمُوماً سخی اُسے کہتے ہیں جو خود بھی کھائے اوروں کو بھی کھلائے۔ جواد وہ جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ کو سخی نہیں کہا جاتا ہے۔ سخی کے مقابِل بخیل ہے (اور بخیل وہ ہے) جو خود کھائے اوروں کو نہ کھلائے۔ جواد کا مقابِل مُمسِک ہے (اور مُمسِک وہ ہے) جو نہ کھائے نہ کھانے دے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام دُنیوی اخروی نعمتیں دُنیا کے لئے ہیں اُس (کی اپنی ذات) کے لئے نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ۱/۲۲۱)

سوال: اللہ تعالی کو عاشق کہنا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے کہ معنیٔ عشق اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے۔ اور ایسا لفظ بے ورود ثبوت شرعی حضرت عزت عزوجل کی شان میں بولنا ممنوع قطعی ہے۔

(فتاوی رضویہ ج۲۱، ص۱۴۴)

سوال: کیا اللہ تعالی کسی چیز کے بارے میں سوچتا ہے؟

جواب: اللہ عزوجل سوچنے سے بھی پاک ہے کیونکہ سوچتا وہ ہے جو عالِمُ الغیب نہ ہو اور قدرت نہ رکھتا ہو، اللہ تعالی کے لئے سوچنے کا اثبات اس کے قادر ہونے اور عالِمُ الغیب ہونے سے انکار ہے جو کہ کفر ہے۔ (فتاوی شارح بخاری جلد اول ص۱۶۲)

سوال: کیا اللہ تعالی سوتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

جواب: اللہ تعالی اونگھ اور سونے سے پاک ہے جیسے کہ قرآنِ عظیم میں ہے:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۔ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ۔ (پ۳، البقرۃ ۲۵۵)

ترجمہ کنزالایمان: اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔

اور اللہ تعالی کے نہ سونے میں کئی حکمتیں ہیں ان میں سے دو حکمت یہ ہیں:

پہلی حکمت: صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی آیۃ الکرسی کے اس ٹکڑے کے تحت لکھتے ہیں: کیونکہ اونگھنا اور نیند کرنا نقص (یعنی عیب) ہے اور اللہ عزوجل ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔ (خزائن العرفان، پ۳، البقرۃ ۲۵۵)

دوسری حکمت: صاحبِ روح البیان علامہ اسمعیل حقی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: اللہ تعالی منزہ (یعنی پاک) ہے ان عوارض سے جو اس کی مخلوق کو عارض ہوتے ہیں یعنی وہ سہو (یعنی بھولنا) اور غفلت اور ملال (یعنی سستی) سے پاک ہے اور وہ جن اشیاء کی حفاظت پر قائم ہے وہ سستی کی وجہ سے نہ کمزور ہے اور نہ ہی اسے تھکاوٹ کے عوارض لاحق ہوتے ہیں اور ایسے عوارض پر وہ تھکان اتارنے اور استراحت پر نہ مجبور ہوتا ہے نہ تھکاوٹ کو نیند اور اونگھ سے دور کرتا ہے اس لئے کہ نیند موت کی مانند ہے اور موت حیات کی نقیض (یعنی الٹ) ہے۔

(روح البیان جلد ۲ ص ۲۰)

حضرتِ موسی علیہ السلام نے خواب کی حالت میں ملائکہ سے پوچھا کہ کیا ہمارا رب سوتا بھی ہے؟ اللہ تعالی نے ملائکہ کی طرف وحی بھیجی کہ موسی علیہ السلام کو جگاؤ، ایسے ہی تین بار فرمایا پھر فرمایا اسے مت سونے دو۔ جب حضرت موسی علیہ السلام جاگے تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ پانی کی بھری ہوئی دو بوتلیں دونوں ہاتھوں میں تھامئے۔ جب حضرت موسی علیہ السلام نے ان بوتلوں کو ہاتھ میں لے لیا تو آپ علیہ السلام کو نیند کا غلبہ ہوا جس کی وجہ سے آپ کے ہاتھوں

سے دونوں بوتلیں گر کر ٹوٹ گئیں اور آپ علیہ السلام کی آنکھ کھل گئی، اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے اپنی قدرت سے آسمانوں اور زمینوں کو تھاما ہوا ہے اگر مجھے نیند آ جائے تو پھر تیری بوتلوں کی طرح تمام آسمان وزمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔

(روح البیان جلد ۲ ص ۲۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بے شک اللہ عزوجل نیند نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی شان کے لائق ہے کہ وہ نیند کرے"۔ حضرتِ ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اس حدیث میں بیان ہے کہ اللہ تعالی پر نیند کا وقوع (یعنی طاری ہونا) محال ہے اس لئے کہ نیند ایک عِجْز ہے اور اللہ تعالی عجز سے پاک ہے۔ (روح البیان جلد ۲ ص ۲۰)

سوال: کیا اللہ تعالی جھوٹ بولنے سے پاک ہے؟

جواب: جی ہاں! اللہ تبارک وتعالی جھوٹ بولنے سے پاک ہے کیونکہ جھوٹ بولنا ایک عیب ہے اور اللہ تعالی ہر عیب سے پاک ہے۔

ایک مسلمان جس کے دل میں اس کے رب کی عظمت اور اس کے کلام کی تصدیق ہو، وہ اللہ تعالی کی جانب جھوٹ کی نسبت کیسے کر سکتا ہے کیونکہ کذب (یعنی جھوٹ) ایسا ناپاک عیب ہے جس سے ہر تھوڑی ظاہری عزّت والا بھی بچنا چاہتا ہے اور ہر بھنگی چمار بھی اپنی طرف جھوٹ کی نسبت سے عار (یعنی شرم) محسوس کرتا ہے، مگر دیوبندیوں کا امام رشید احمد گنگوہی نے اپنے ایک فتوے میں لکھا: "کہ اگر کوئی کہے کہ اللہ جھوٹ بول چکا تو اسے گمراہ اور فاسق نہیں کہنا چاہئے" مَعَاذَ اللہ! نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ۔ مزید تفصیل کے لئے فتاوی رضویہ کی 15 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰنْ کی کتاب "سُبْحٰنُ السُّبُّوْحْ عَنْ

کِذْبِ عَیْبٍ مَقْبُوْحٍ"(یعنی جھوٹ جیسے بدترین عیب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاک ہونے کا بیان)اور "دَامَانِ بَاغِ سُبْحٰنُ السُّبُّوْح"(رسالہ سُبْحٰنُ السُّبُّوح کے باغ کا دامن)کا مطالعہ فرمائیں۔

سوال: اللہ تعالی کے جھوٹ بولنے سے کیا خرابیاں لازم آتی ہیں؟

جواب: اللہ تعالی کے جھوٹ بولنے سے بہت خرابیاں لازم آتی ہیں کہ دین کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، چنانچہ اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں: کہ جب اللہ تعالی کا کذب ممکن ہو تو اس کا صدق ضروری نہ رہا، جب اس کا صدق ضروری نہ رہا تو اس کی کون سی بات پر اطمینان ہو سکے گا، ہر بات میں احتمال رہے گا کہ شاید جُھوٹ کہہ دی ہو، جب وُہ جُھوٹ بول سکتا ہے تو اس یقین کا کیا ذریعہ ہے کہ اس نے کبھی نہ بولا، کیا اسے کسی کا ڈر ہے یا اس پر کوئی حاکم و افسر ہے جو اسے دبائے گا اور جو بات وہ کر سکتا ہے نہ کرنے دے گا، ہاں! ذریعہ صرف یہی ہو سکتا تھا کہ خود اس کا وعدہ ہو کہ ہمیشہ سچ بولوں گا یا اس نے فرمادیا ہے کہ میری سب باتیں سچی ہیں مگر جب اس کا جھوٹ ممکن ٹھہرا لو تو سرے سے اس وعدہ و فرمان ہی کے صدق پر کیا اطمینان رہا، ہو سکتا ہے کہ پہلا جُھوٹ یہی بولا ہو، غرض معاذاللہ! اس کا کذب ممکن مان کر دین و شریعت و اسلام و ملّت کسی کا اصلا پتا نہیں چلے گا، جزا و سزا و جنت و نارہ حساب و کتاب و حشر و نشر کسی پر ایمان کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا۔(فتاوی رضویہ ج۱۵، ص۴۵۲۔۴۵۳)

انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کے متعلق عقائد

درود شریف کی فضیلت

فَرۡمَانِ مُصۡطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ دُرودِ پاک پڑھا اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر دس رحمتیں بھیجتا اور اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھتا ہے۔

(ترمذی ج۲ص۲۸ حدیث ۴۸۴)

صَلُّوا عَلَی الۡحَبِیۡب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سوال: کیا انبیائے کرام کے متعلق عقائد سیکھنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! مسلمان کے لئے جس طرح اللہ تعالی کی ذات وصفات کا جاننا ضروری ہے، کہ کسی ضروری کا انکار یا محال کا اثبات اسے کافر نہ کر دے، اسی طرح یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ نبی کے لئے کیا جائز ہے اور کیا واجب اور کیا محال، کہ واجب کا انکار اور محال کا اقرار موجبِ کُفر ہے اور بہت ممکن ہے کہ آدمی نادانی سے خلاف عقیدہ رکھے یا خلاف بات زبان سے نکالے اور ہلاک ہو جائے۔ (بہارِ شریعت ج۱ص۰)

سوال: نبی اور رسول کی کیا تعریف ہے؟

جواب: نبی اُس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تَعَالٰی نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو۔ اور انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سے جو نئی شریعت لائے ان کو رسول کہتے ہیں۔

("المعتقد المنتقد"، الباب الثاني في النبوّات، ص۱۰۵)

سوال: وحی کیا ہوتی ہے؟

جواب: وحی کا لغوی معنی پیغام بھیجنا، دل میں بات ڈالنا، خفیہ بات کرنا۔ شریعت کی اصطلاح میں وحی اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی نبی پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہو۔

(ملخص از نزھۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ا ص ۲۳۴ مطبوعہ فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور)

سوال: نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟

جواب: نبی اور رسول میں دو طرح سے فرق ہے:

(۱)۔۔۔ایک فرق تو وہی جو دونوں کی تعریف میں مذکور ہوا یعنی نبی نئی شریعت نہیں لاتا جبکہ رسول نئی شریعت لے کر آتا ہے۔

(۲)۔۔۔اور دوسرا فرق یہ کہ رسول کے لئے انسان ہونا ضروری نہیں بلکہ رسول فرشتوں میں بھی ہوتے ہیں اور انسانوں میں بھی، جبکہ نبی صرف انسانوں میں ہوتے ہیں۔

("تفسير الطبري"، پ۱۲، ہود: تحت الآية ۶۹)

جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے کہ انبیا سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔(پ۱۲، یوسف:۱۰۹) اس سے پتا چلا کہ نبی نہ کوئی جن ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی عورت۔

("نسيم الرياض"، القسم الأول في تعظيم العلي الأعلى لقدر النبي، ج۳، ص۳۴۴)

سوال: انبیائے کرام کو بھیجنے کی کیا حکمت ہے؟ کیا اللہ تعالی انبیاء کے بغیر لوگوں کو ہدایت نہیں دے سکتا؟

جواب: جب کمزور چیز طاقت ور سے فیض لینا چاہے تو درمیان میں واسطے کی ضرورت پڑتی ہے ورنہ کمزور چیز فنا ہو جائے گی جیسے کہ آٹے کی روٹی آگ سے پکائی جاتی ہے، اب اگر آٹے کو آگ میں ڈال دو تو آٹا جل کر راکھ ہو جائے گا اگر جلنے سے بچانا ہے اور صحیح و سالم روٹی حاصل کرنی ہے تو روٹی اور آگ کے درمیان توے کا واسطہ لانا ضروری ہے۔ اسی طرح سورج کو دیکھنا ہے تو ٹھنڈے شیشے کا واسطہ لازم ہے۔ اب اسی قاعدے کو پیشِ نظر رکھ کر اس سوال کا جواب سنئے: خالق (یعنی اللہ تعالی) قوی اور قادر ہے اور مخلوق (یعنی ہم تم انسان) کمزور، اب اگر

انسان خالق کا فیض بغیر واسطے کے حاصل کرنا چاہے گا تو اس کا وہی حال ہو گا جو آٹے کا آگ میں ڈالنے کے بعد ہوا تھا، لہذا درمیان میں ایسے واسطے کا ہونا ضروری ہے جو خالق سے فیض لے کر مخلوق تک پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو، اور اسی واسطے کا نام نبی اور رسول ہے۔(اسرار الاحکام ص ٦)

سوال: تب تو رب تعالی مجبور ہوا کہ اپنے بندوں کو بغیر انبیاء کے احکام نہ پہنچا سکا؟

جواب: اس سے رب تعالی کا مجبور ہونا لازم نہیں آتا وہ تو فیض دینے پر قادر ہے بلکہ ہمارا مجبور ہونا لازم آتا ہے کہ ہم مجبور ہیں کہ بغیر واسطے کے رب تعالی کا فیض نہیں لے سکتے، روٹی کمزور ہے نہ کہ آگ، ہماری آنکھیں کمزور ہیں نہ کہ آفتاب، اسی طرح ہم مجبور ہیں نہ کہ رب تعالی۔(اسرار الاحکام ص ٧)

سوال: جنات اور عورت نبی کیوں نہیں ہوتے؟

جواب: نبی اللہ کا پیغمبر ہوتا ہے اور اللہ اپنے پیغمبروں کو افضل المخلوقات اور اصل المخلوقات کی جانب بھیجتا ہے، جبکہ جنات افضل و اصل نہیں بلکہ انسان افضل المخلوقات ہے پس اللہ تعالی نے اپنے انبیاء کو انسانوں کی جانب بھیجا اور انسانوں کے علاوہ تمام مخلوقات فرع کی حیثیت رکھتی ہیں لہذا وہ انسان کے تابع ہوں گی۔

اور رہی یہ بات کہ عورت نبیہ کیوں نہیں ہوتی تو اس کی حکمت یہ ہے کہ نبی آتا ہے بھٹکے ہوئے لوگوں کی ہدایت کے لئے، اسی لئے نبی کا ہر ہر عمل امّت کے لئے مشعلِ راہ ہوتا ہے اور اس کے لئے لوگوں کے سامنے رہنا ضروری ہے جبکہ عورت کو پردے کا حکم ہے لہذا اگر عورت نبیہ ہوتی تو یہ مقصد حاصل نہ ہو پاتا۔

سوال: کیا آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعے نبوت حاصل کر سکتا ہے؟

جواب: نبوّت کسبی (یعنی کمائی جانے والی چیز) نہیں کہ آدمی عبادت و رِیاضت کے ذریعہ سے حاصل کر سکے۔("المعتقد المنتقد"، ص۱۰۷) بلکہ محض عطائے الٰہی ہے، کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے، ہاں! دیتا اُسی کو ہے جسے اس منصبِ عظیم کے قابل بناتا ہے، جو قبلِ حصولِ نبوّت تمام اخلاق رذیلہ سے پاک، اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہو کر جملہ مدارجِ ولایت طے کر چکتا ہے اور اپنے نسب و جسم و قول و فعل و حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزّہ ہوتا ہے جو باعثِ نفرت ہو، اُسے عقلِ کامل عطا کی جاتی ہے، جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہوتی ہے("المسایرۃ" و"المسامرۃ"، شروط النبوۃ، ص۲۲۶)، کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اُس کے لاکھویں حصّہ تک نہیں پہنچ سکتی۔("الحلیۃ"، ج۴، ص۲۹۔۳۰، الحدیث:۴۶۵۲)

سوال: نبیوں اور رسولوں کی تعداد کے متعلق ہمارا کیا عقیدہ ہے؟ نیز ان کی تعظیم کرنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: نبیوں اور رسولوں کی کوئی تعداد معین کرنا جائز نہیں کیونکہ اس بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں اور نبیوں کی کسی خاص تعداد پر ایمان لانے میں یہ احتمال ہے کہ کسی نبی کی نبوت کا انکار ہو جائے یا غیر نبی کو نبی مان لیا جائے اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔ اس لئے یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہر نبی پر ہمارا ایمان ہے۔ کیونکہ مسلمان کے لئے جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات و صفات پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی طرح ہر نبی کی نبوت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔(شرح العقائد النسفیۃ، مبحث اول الانبیاء آدم علیہ السلام، ص۳۰۲ و بہارِ شریعت، عقائد متعلقہ نبوت، ۱/ ۵۲ موضحا)

اور نبی کی تعظیم ہر امتی پر فرضِ عین بلکہ اصلِ تمام فرائض ہے۔ کسی نبی کی ادنیٰ توہین یا تکذیب، کفر ہے۔("تفسیر روح البیان"، پ۱۰، التوبۃ، ج۳، ص۳۹۴، تحت الآیۃ:۱۲)("جواہر البحار"، ج۳، ص۲۶۰)

سوال: کیا وحیٔ نبوت غیر نبی کو ہو سکتی ہے؟

جواب: وحیٔ نبوت، انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے خاص ہے، جو اسے کسی غیر نبی کے لئے ماننے کافر ہے۔ نبی کو خواب میں جو چیز بتائی جائے وہ بھی وحی ہے، اُس کے جھوٹے ہونے کا احتمال نہیں۔ ولی کے دل میں بعض وقت سوتے یا جاگتے میں کوئی بات اِلقا ہوتی ہے، اُس کو اِلہام کہتے ہیں اور وحی شیطانی کہ اِلقا من جانبِ شیطان ہو، یہ کاہن، ساحر (یعنی جادوگر) اور دیگر کفّار و فسّاق کے لئے ہوتی ہے۔ ("المعتقد المنتقد"، ص۱۰۵: (الوحي قسمان: وحي نبوة، ويختص به الأنبياء دون غيرهم)

سوال: کتنے انبیائے کرام کے نام قرآنِ مجید میں صراحۃً موجود ہیں؟

جواب: حضرت آدم علیہ السلام سے ہمارے آقا حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے بہت نبی بھیجے لیکن قرآن پاک میں جن کا ذکر صراحۃً ہے ان کی تعداد ۲۶ ہے اور وہ اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

(۱)۔۔۔ حضرت آدم علیہ السَّلام۔ (۲)۔۔۔ حضرت نوح علیہ السَّلام۔

(۳)۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السَّلام۔ (۴)۔۔۔ حضرت یوسف علیہ السَّلام۔

(۵)۔۔۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السَّلام۔ (۶)۔۔۔ حضرت اسحٰق علیہ السَّلام۔

(۷)۔۔۔ حضرت یعقوب علیہ السَّلام۔ (۸)۔۔۔ حضرت موسیٰ علیہ السَّلام۔

(۹)۔۔۔ حضرت ہارون علیہ السَّلام۔ (۱۰)۔۔۔ حضرت شعیب علیہ السَّلام۔

(۱۱)۔۔۔ حضرت لوط علیہ السَّلام۔ (۱۲)۔۔۔ حضرت ہود علیہ السَّلام۔

(۱۳)۔۔۔ حضرت داؤد علیہ السَّلام۔ (۱۴)۔۔۔ حضرت سلیمان علیہ السَّلام۔

(۱۵)۔۔۔ حضرت ایوب علیہ السَّلام۔ (۱۶)۔۔۔ حضرت زکریا علیہ السَّلام۔

(۱۷)۔۔۔حضرت یحییٰ علیہ السَّلام۔ (۱۸)۔۔۔حضرت عیسیٰ علیہ السَّلام۔

(۱۹)۔۔۔حضرت الیاس علیہ السَّلام۔ (۲۰)۔۔۔حضرت الیسع علیہ السَّلام۔

(۲۱)۔۔۔حضرت یونس علیہ السَّلام۔ (۲۲)۔۔۔حضرت ادریس علیہ السَّلام۔

(۲۳)۔۔۔حضرت ذوالکفل علیہ السَّلام۔(۲۴)۔۔۔حضرت صالح علیہ السَّلام۔

(۲۵)۔۔۔حضرتِ عزیر علیہ السَّلام۔ (۲۶)۔۔۔ اللہ کے آخری نبی مکی مدنی حضور سید المرسلین مُحمد رَّسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

(بہارِ شریعت ج۱، ص۴۸)

سوال: کیا نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے؟ نیز عصمت کا کیا معنی ہے؟

جواب: جی ہاں! نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت، نبی اور مَلَک کا خاصہ ہے، کہ نبی اور فرشتوں کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیا کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بد دینی ہے۔ عصمتِ انبیا کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے لئے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہو لیا، جس کے سبب اُن سے صدورِ گناہ شرعاً محال ہے بخلاف ائمہ و اکابر اولیا، کہ اللہ عزوجل اُنہیں محفوظ رکھتا ہے، اُن سے گناہ ہوتا نہیں، مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔("منح الروض الأزہر"، ص۵۶)

انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعثِ نفرت ہو، جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہا صفاتِ ذمیمہ (یعنی بری صفات) سے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت (یعنی مرتبے) اور مُروّت (یعنی ہمدردی) کے خلاف ہیں قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمّدِ صغائر (یعنی جان بوجھ کر صغیرہ گناہ کرنے) سے بھی قبلِ نبوّت اور بعدِ نبوّت معصوم ہیں۔

("المعتقد المنتقد"، ص۱۱۰)("روح البیان"، پ۲۳، ج۸، ص۴۵، تحت الآیۃ: ۴۴)

سوال: کیا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے سہو ممکن ہے؟ اور تقیہ کا کیا معنی ہے؟

جواب: احکامِ تبلیغیہ میں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے سہو و نسیان یعنی بھول چوک محال ہے۔ اور تقیہ کا معنی ڈرنا ہے، شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ "اللہ تعالی کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حکم ملا تھا کہ اپنے بعد حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب فرمائیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرتِ ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے ڈر کر حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب فرمایا دیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اللہ تعالی کا ایک حکم ڈر کی وجہ سے چھپالیا"۔ معاذ اللہ! جبکہ اہلِ سنّت کا یہ عقیدہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام پر بندوں کے لئے جتنے احکام نازل فرمائے اُنہوں نے وہ سب پہنچادیئے، لہذا اب جو یہ کہے کہ کسی حکم کو کسی نبی نے چھپا رکھا، تقیہ یعنی خوف کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے نہ پہنچایا، وہ کافر ہے۔ کیونکہ اللہ کا نبی لوگوں سے ڈرنے والا نہیں ہوتا، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب ابو جہل و ابو لہب جیسے کافروں سے نہیں ڈرے تو اپنے صحابیوں سے کیسے ڈر سکتے ہیں۔

("المسامرۃ بشرح المسایرۃ"، شروط النبوّۃ، الکلام علی العصمۃ، ص ۲۳۴۔۲۳۵)("المعتقد المنتقد"، ص ۱۱۳۔۱۱۴)

سوال: کیا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سے بعض بعض سے افضل ہیں؟

جواب: جی ہاں! نبیوں کے مختلف درجے ہیں، بعض کو بعض پر فضیلت ہے اور سب میں افضل ہمارے آقا و مولیٰ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر حضرت نوح علیہ السلام کا، اِن حضرات کو مرسلین

اُولُو الْعَزم کہتے ہیں اور یہ پانچوں حضرات باقی تمام انبیاو مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام، انس و مَلَک و جن و جمیع مخلوقاتِ الٰہی سے افضل ہیں۔ جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام رسولوں کے سردار اور سب سے افضل ہیں، بلا تشبیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت تمام اُمتوں سے افضل۔

(وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ) پ۱۵، الإسراء: ۵۵("تکمیل الإیمان"، ص۱۲۴۔۱۲۵)

سوال: انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی لغزشوں کا تذکرہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں، ان کا ذکر تلاوتِ قرآن وروایتِ حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے، اوروں کو اُن سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال...! مولیٰ عزوجل اُن کا مالک ہے، جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے، وہ اُس کے پیارے بندے ہیں، اپنے رب کے لئے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں، دوسرا اُن کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور خود اُن کا اطلاق کرے تو مردودِ بارگاہ ہو، پھر اُن کے یہ افعال جن کو لغزش سے تعبیر کیا جائے ہزارہا حِکَم و مَصالح پر مبنی، ہزارہا فوائد و برکات کی مُثمِر ہوتی ہیں، ایک لغزشِ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو دیکھئے، اگر وہ نہ ہوتی، جنت سے نہ اترتے، دنیا آباد نہ ہوتی، نہ کتابیں اُترتیں، نہ رسول آتے، نہ جہاد ہوتے، لاکھوں کروڑوں مثُوبات کے دروازے بند رہتے، اُن سب کا فتحِ باب ایک لغزشِ آدم کا نتیجہ و ثمرہ طیّبہ ہے۔ بالجملہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی لغزش، صدیقین کی حَسَنات سے افضل و اعلیٰ ہے۔(بہارِ شریعت ج۱، ص۸۸)

سوال: ایک مسلمان کو انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟

جواب: اوپر جو باتیں بیان کی گئیں ان کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کو انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق مزید یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ:

(۱)۔۔۔ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام تمام مخلوق یہاں تک کہ رُسُلِ ملائکہ سے افضل ہیں۔ ولی کتنا ہی بڑے مرتبہ والا ہو، کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل یا برابر بتائے، کافر ہے۔ (پ۷، الأنعام: ۸۶، "مفتاح الروض الأزہر" ص۱۲۱)

(۲)۔۔۔ اللہ عزوجل نے انبیائے کرام علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی زمین و آسمان کا ہر ذرّہ ہر نبی کے پیشِ نظر ہے، مگر جو علمِ غیب انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو ہے اللہ عزوجل کے دیئے سے ہے، لہٰذا ان کا علم عطائی ہوا۔

("صحیح مسلم"، کتاب الفتن، باب هلاک هذه الأمة بعضهم ببعض، الحدیث: ۲۸۸۹، ص۱۵۴۴)

(۳)۔۔۔ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے جسم کا برص و جذام وغیرہ ایسے امراض سے جن سے تنفّر (یعنی نفرت) ہوتی ہے، پاک ہونا ضروری ہے۔ ("المسامرة بشرح المسایرة"، ص۲۲۶)

(۴)۔۔۔ تمام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اللہ عزوجل کے حضور عظیم وجاہت (یعنی مرتبہ) و عزت والے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معاذاللہ چوہڑے چمار کی مثل کہنا کُھلی گستاخی اور کلمہ کفر ہے۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۵۵)

(۵)۔۔۔ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اُسی طرح بحیاتِ حقیقی زندہ ہیں، جیسے دنیا میں تھے، کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں، تصدیقِ وعدہ الٰہیہ (یعنی اللہ کا وعدہ سچ ہونے) کے لئے ایک آن کو اُن پر موت طاری ہوئی، پھر بدستور زندہ ہوگئے، اُن کی حیات، حیاتِ شہدا سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے، پس شہید کا ترکہ تقسیم ہو گا،

اُس کی بی بی بعدِ عدت نکاح کر سکتی ہے، بخلاف انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے، کہ وہاں یہ جائز نہیں۔ ("سنن ابن ماجہ"، کتاب الجنائز، ذکر وفاتہ ودفنہ، الحدیث: ۱۶۳۷، ج۲، ص۲۹۱)

("روح المعاني"، الأحزاب، ج۱۱، الجزء الثاني، ص۵۲۔۵۳، تحت الآیۃ: ۴۰)

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے، مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات، مثل سابق وہی جسمانی ہے

سید المرسلین صلی اللہ علیہ و الہ و سلم کے متعلق عقائد

درود شریف کی فضیلت

فَرمانِ مُصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسلمان جب تک مجھ پر دُرُود شریف پڑھتا رہتا ہے فرشتے اُس پر رحمتیں بھیجتے رہتے ہیں، اب بندے کی مرضی ہے کم پڑھے یا زیادہ۔

(ابنِ ماجہ ج ۱ ص ۴۹۰ حدیث ۹۰۷)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سوال: اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں سب سے افضل کون ہے؟

جواب: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل جمیع مخلوقِ الٰہی ہیں، کہ اوروں کو فرداً فرداً جو کمالات عطا ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وہ سب جمع کر دیئے گئے، اور اِن کے علاوہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ کمالات ملے جن میں کسی کا حصہ نہیں، بلکہ اوروں کو جو کچھ مِلا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل (یعنی صدقے) میں، بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس سے ملا، بلکہ کمال اس لئے کمال ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب کے کرم سے اپنے نفسِ ذات میں کامل و اکمل ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کمال کسی وصف سے نہیں، بلکہ اس وصف کا کمال ہے کہ کامل کی صفت بن کر خود کمال و کامل و مکمّل ہو گیا، کہ جس میں پایا جائے اس کو کامل بنا دے۔ (بہارِ شریعت ج ۱، ص ۶۳۔۶۴)

سوال: سب سے آخری نبی کون ہیں؟

جواب: حضور، خَاتَمُ النَّبِیِّیْن ہیں، یعنی اللہ عزوجل نے سلسلۂ نبوّت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ختم کر دیا، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا، جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوّت ملنا مانے یا جائز جانے، کافر ہے۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۶۳)

سوال: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کن کی جانب نبی بنا کر بھیجے گئے؟

جواب: اور انبیا کی بعثت (یعنی بھیجا جانا) خاص کسی ایک قوم کی طرف ہوئی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوق انسان و جن، بلکہ ملائکہ، حیوانات، جمادات، سب کی طرف مبعوث ہوئے، جس طرح انسان کے ذمّہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اِطاعت فرض ہے۔ یونہی ہر مخلوق پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری ضروری ہے۔

(بہارِ شریعت ج۱، ص۶۱) (وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ) پ۲۲، سبا: ۲۸)

سوال: کیا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مثل ہو سکتا ہے؟

جواب: مُحال ہے کہ کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ہو، جو کسی صفتِ خاصّہ (یعنی خاص خوبی جیسے معراج و قرآن و دیدارِ الٰہی وغیرہ) میں کسی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل بتائے، گمراہ ہے یا کافر۔

("المعتقد المنتقد"، ص۱۲۶: (ومن المعلوم استحالة وجود مثله بعده)

سوال: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کس مرتبے پر فائز فرمایا ہے؟

جواب: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے مرتبۂ محبوبیتِ کبریٰ سے سرفراز فرمایا، کہ تمام خَلق رضائے مولیٰ کی متلاشی ہے اور اللہ عزوجل طالبِ رضائے مصطفےٰ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور تمام مخلوق اوّلین وآخرین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیاز مند ہے، یہاں تک کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام۔

("الفتاوی الرضویة"، ج۳۰، ص۴۹۱، وص ۱۹۷۔ ۱۹۸، وج۱۴، ۲۷۵۔۲۷۶)

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

سوال: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت مدارِ ایمان، بلکہ ایمان اِسی محبت ہی کا نام ہے، جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ماں باپ اولاد اور تمام جہان سے زیادہ نہ ہو آدمی (کامل) مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ("الفتاوی الرضویة"، ج۳۰، ص۳۱۰)

سوال: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اِطاعت عین طاعتِ الٰہی ہے، کہ اطاعتِ الٰہی، بے اطاعتِ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناممکن ہے، یہاں تک کہ آدمی اگر فرض نماز میں ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے یاد فرمائیں، فوراً جواب دے اور حاضرِ خدمت ہو اور یہ شخص کتنی ہی دیر تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کلام کرے، بدستور نماز میں ہے، اِس سے نماز میں کوئی خلل نہیں۔ (تفسیر القرطبي"، ج۴، ص۲۷۹)

سوال: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم یعنی اعتقادِ عظمت جزوِ ایمان و رکنِ ایمان ہے اور فعلِ تعظیم بعدِ ایمان ہر فرض سے مقدّم ہے، اِس کی اہمیت کا پتا اس حدیث

سے چلتا ہے کہ غزوۂ خیبر سے واپسی میں منزل صُہْبَا پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازِ عصر پڑھ کر مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے زانو پر سرِ مبارک رکھ کر آرام فرمایا، مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نمازِ عصر نہ پڑھی تھی، آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جارہا ہے، مگر اِس خیال سے کہ زانو سرکاؤں تو شاید خوابِ مبارک میں خلل آئے، زانو نہ ہٹایا، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا، جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی چشمِ اقدس کھلی، مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنی نماز کا حال عرض کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا، ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا، مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نماز ادا کی پھر سورج ڈوب گیا، اس سے ثابت ہوا کہ افضل العبادات نماز اور وہ بھی صلوٰۃِ وُسطیٰ نمازِ عصر مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند پر قربان کر دی، کہ عبادتیں بھی ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے صدقے میں ملیں۔ دوسری حدیث اس کی تائید میں یہ ہے کہ غارِ ثور میں پہلے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے، اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اُس کے سوراخ بند کر دیئے، ایک سوراخ باقی رہ گیا، اُس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا، پھر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلایا، تشریف لے گئے اور اُن کے زانو پر سرِ اقدس رکھ کر آرام فرمایا، اُس غار میں ایک سانپ مشتاقِ زیارت رہتا تھا، اُس نے اپنا سَر صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں پر مَلا، انہوں نے اِس خیال سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند میں فرق نہ آئے پاؤں نہ ہٹایا، آخر اُس نے پاؤں میں کاٹ لیا، جب صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چہرۂ انور پر گرے، چشمِ مبارک کھلی، عرضِ حال کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے لعابِ دہن لگا دیا فوراً آرام ہو گیا، ہر سال وہ زہر عَود کرتا، بارہ برس بعد اُسی سے شہادت پائی۔(بہارِ شریعت ج۱، ص۷۴۔۷۵)("تفسیر الخازن"، پ۱۰، التوبة: ۴، ج۲، ص۲۴۰)

سوال: کیا اب بھی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعظیم ضروری ہے؟

جواب: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر جس طرح اُس وقت تھی جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِس عالم میں ظاہری نگاہوں کے سامنے تشریف فرما تھے، اب بھی اُسی طرح فرضِ اعظم ہے، جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر آئے تو بکمالِ خشوع و خضوع وانکسار باادب سُنے، اور نامِ پاک سُنتے ہی درود شریف پڑھے۔

("الشفاء"، الباب الثالث في تعظيم أمره ووجوب توقيره وبره، فصل،ج۲،ص۴۰)

سوال: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خصائص کتنے اور کون کون سے ہیں؟

جواب: خصائصِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حقیقی تعداد تو دینے والا ربِّ رحیم جانتا ہے یا لینے والے رسولِ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فضائل نامَقصور اور خصائص نامَحصور (یعنی آپ کے فضائل میں کوئی کمی نہیں اور خصائص اس قدر ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے)، بلکہ حقیقۃً ہر کمال، ہر فضل، ہر خوبی میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تمام انبیاء و مرسلین اور اللہ پاک کی تمام مخلوق پر تفضیلِ تام وعام مطلق (یعنی ہر طرح کی برتری حاصل) ہے کہ جو کسی کو ملا وہ سب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ملا اور جو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ملا وہ کسی کو نہ ملا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج22، ص614)

اِسے تُو جانے یا خدا جانے
پیشِ حق رُتبہ کیا ہوا تیرا

اسلامی تاریخ کے عظیم مُحَدِّث امام جلالُ الدّین سیوطی شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی (سالِ وفات:911ہجری) نے20سال تک بڑی محنت سے حدیث وغیرہ کی کتابوں سے خصائصِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم تلاش کئے، پھر "اَلْخَصَائِصُ الْکُبْرٰی" اور "اُنْمُوْذَجُ اللَّبِیْب فِی خَصَائِصِ الْحَبِیْب "نامی دو لاجواب کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سرکارِ نامدار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے ایک ہزار سے زیادہ خصائص نقل فرمائے۔اسی طرح اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرَّحمٰن نے اس موضوع پر "اَلْبَحْثُ الْفَاحِص عَنْ طُرُقِ اَحَادِیْثِ الْخَصَائِص" نامی رسالہ تصنیف فرمایا۔

ایک تقسیم کے مطابق خصائصِ مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی چار اقسام ہیں:

(1)۔۔۔وہ واجبات جو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں، مثلاً نمازِ تہجد۔

(2)۔۔۔وہ اَحکام جو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر ہی حرام ہیں، مثلاً زکوٰۃ لینا۔

(3)۔۔۔وہ کام جن کا کرنا صرف آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے لئے جائز ہے، مثلاً عصر کے فرض ادا کرنے کے بعد نفل نماز پڑھنا۔

(4)۔۔۔وہ فضائل جو صرف حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو عطا ہوئے، مثلاً معراج و قرآن۔(فتاویٰ رضویہ، ج22، ص614)

سوال: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے چند خصائص کی تفصیل بیان فرما دیجئے۔

جواب: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے چند خصائص مندرجہ ذیل ہیں:

(1)۔۔۔اللہ پاک نے تمام مخلوق سے پہلے اپنے حبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے نور کو پیدا فرمایا اور پھر اس نور سے دیگر مخلوق کی تخلیق فرمائی۔(مصنف عبد الرزاق، ص63، حدیث:18)

(2)۔۔۔حضرت سیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللہ علیٰ نَبِیِّنَا وعلیہ الصَّلٰوۃ وَالسَّلام اور دیگر تمام مخلوقات سرکارِ دوعالَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے لئے ہی پیدا کئے گئے۔

(مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی، ج1، ص86)

(3)۔۔۔سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا مبارَک نام عرش کے پائے پر، ہر ایک آسمان پر، جنّت کے درختوں اور مَحَلّات پر، حُوروں کے سینوں پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا گیا ہے۔(خصائص کبریٰ، ج1، ص12)

(4)۔۔۔اللہ پاک نے اَذان و اِقامت اور خطبہ و تَشَہُّد (یعنی اَلتَّحِیَّات) میں اپنے محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے ذِکْر کو اپنے ذِکْر سے ملا دیا۔(الکلام الاوضح، ص179 اختصاراً)

(5)۔۔۔گزشتہ آسمانی کتابوں میں اللہ کے حبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی تشریف آوری کی بشارت دی گئی۔(خصائص کبریٰ، ج1، ص18)

(6)۔۔۔اظہارِ نبوت سے پہلے گرمی کے وقت بادل اکثر سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر سایہ کیا کرتا اور درخت کا سایہ آپ کی طرف آجاتا تھا۔

(خصائص کبریٰ، ج1، ص143،142)

(7)۔۔۔پیارے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا مبارَک پسینہ کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔(مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی، ج7، ص199)

(8)۔۔۔سرکارِ نامدار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نور ہیں اس لئے سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی میں آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔(خصائص کبریٰ، ج1، ص114)

(9)۔۔۔بدَن تو بدن، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے کپڑوں پر بھی کبھی مکھی نہیں بیٹھی، نہ کپڑوں میں کبھی جوئیں پڑیں اور نہ ہی کبھی مچھر نے آپ کو کاٹا۔

(الشفا، ج1، ص368، خصائص کبریٰ، ج1، ص117، مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی، ج7، ص200)

(۱۰)۔۔۔سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو تمام نبیوں سے پہلے پیدا کیا گیا اور سب کے بعد دنیا میں بھیجا گیا۔ (مواہب لدنیہ، 1/33)

(۱۱)۔۔۔غیر معمولی رعب و دبدبہ، فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ یعنی یک مہینے کی مَسافت تک رعب و دبدبے کے ذریعے میری مدد کی گئی۔ (بخاری، 1/133، حدیث:335)

(۱۲)۔۔۔کثیرُ الاَسماء (یعنی بہت زیادہ ناموں والا) ہونا۔ کسی کے ناموں کا زیادہ ہونا اس کے شَرَف و فضیلت کی دلیل ہوتا ہے۔ (خصائص کبریٰ، 1/132)

(۱۳)۔۔۔اللہ پاک کے حبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے حضرت سیِّدُنا جبرائیل علیہ الصّلوٰۃ و السَّلام کو ان کی اصل صورت میں ملاحظہ فرمایا۔

(اُنموذج اللبیب فی خصائص الحبیب مع شرح، ص30)

(۱۴)۔۔۔مختصر الفاظ میں طویل مضامین کا بیان۔ فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ یعنی مجھے جَوَامِعُ الْكَلِم عطا کئے گئے۔

(مسلم، ص210، حدیث:1167)

(۱۵)۔۔۔دیگر انبیائے کرام علیہم السَّلام کی بِعثت خاص کسی ایک قوم کی طرف ہوئی لیکن حضورِ اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم تمام مخلوق، انسان و جِنّات بلکہ

فرشتوں، حیوانات اور جَمادات (یعنی بے جان چیزوں) سب کی طرف مَبْعُوث ہوئے۔ جس طرح انسان کے ذمّہ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی اِطاعت فرض ہے یوں ہی ہر مخلوق پر حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی فرمانبرداری ضروری ہے۔

(بہارِ شریعت، 1/61)

(۱۶)۔۔۔ نیند کی حالت میں مبارک آنکھیں سوجاتیں لیکن مقدّس دل بیدار رہتا۔(خصائص کبریٰ، 1/118)

(۱۷)۔۔۔ رحمتِ عالَم، نورِ مُجسَّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم جب گفتگو فرماتے تو مبارک دانتوں کی کھڑکیوں سے نور کی شُعائیں بر آمد ہوتیں۔ یہ نور دن میں بھی دیکھا جاتا تھا مگر رات میں تو دانتوں کے اس نور سے گمی ہوئی سُوئی تلاش کرلی جاتی تھی۔

(مشکوۃ المصابیح، 2/362، حدیث:5797)(مراٰۃ المناجیح، 8/62)

(۱۸)۔۔۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے معراج ہے، کہ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور وہاں سے ساتوں آسمان اور کُرسی و عرش تک، بلکہ بالائے عرش رات کے ایک خفیف حصّہ میں مع جسم تشریف لے گئے اور وہ قربِ خاص حاصل ہوا کہ کسی بشر و مَلَک کو کبھی نہ حاصل ہوا نہ ہو، اور جمالِ الٰہی بچشمِ سر دیکھا اور کلامِ الٰہی بلاواسطہ سنا اور تمام ملکوت السمٰوات والارض کو بالتفصیل ذرّہ ذرّہ ملاحظہ فرمایا۔("تفسیر الخازن"، ج۳، ص۱۵۸)

(۱۹)۔۔۔ قرآن جو کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل کیا گیا ایسا کلام ہے جس کے مثل نہ کوئی بنا سکا اور نہ بنا سکے گا۔(پ۱، البقرہ، ۲۳۔۲۴)

سوال: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کتنے نام ہیں؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مشہور و معروف نام ۹۹ ہیں، اور ان میں سے ذاتی نام صرف دو ہیں، آسمانوں میں احمد اور زمین میں محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ اور حضور صلی اللہ علیہ و الہ و سلم کے اسمائے صفات (یعنی صفاتی نام) بے گنتی ہیں۔ علامہ احمد خطیب قسطلانی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الغَنِی نے **پانچ سو** جمع فرمائے۔

(المواہب اللدنیہ، الفصل الاول فی ذکر اسمائہ الشریفۃ ...الخ، ۱/۳۶۲ ملخصًا)

سیرتِ شامی میں **تین سو** اور اضافہ کئے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا قول ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت میں لکھا ہے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے **چھ سو** اور ملائے، کل **چودہ سو** ہوئے اور حق تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اسمائے مبارکہ ہر طبقے میں مختلف ہیں اور ہر ہر جنس میں جداگانہ ہیں، دریا میں اور نام ہیں، پہاڑوں میں اور''۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۹۲)

اور رہی یہ بات کی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام آسمانوں میں احمد اور زمین میں محمد کیوں رکھا گیا؟ اس کی کیا حکمت ہے؟ اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے فقیر کی کتاب ''**خطباتِ مصطفائی و خطباتِ شفیقی حصہ اوّل**'' میں دیئے ہوئے پہلے بیان کو ملاحظہ فرمائیں جس کا نام ہے ''**محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کے مظہر ہیں**''۔

قیامت کا بیان

درود شریف کی فضیلت

محمدِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نماز کے بعد حمد و ثناء و دُرُود شریف پڑھنے والے سے فرمایا: ''دُعا مانگ قبول کی جائے گی، سوال کر، دیا جائے گا۔''

(نَسائی ص ۲۲۰ حدیث ۱۲۸۱)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سوال: قیامت کسے کہتے ہیں؟

جواب: جیسے ہر چیز کی ایک عُمر مُقَرَّر ہے اس کے پورے ہونے کے بعد وہ چیز فنا ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی دنیا کی بھی ایک عُمر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عِلم میں مُقَرَّر ہے۔ اس کے پورا ہونے کے بعد دنیا فنا ہو جائے گی۔ زمین و آسمان، آدمی، جانور کوئی بھی باقی نہ رہے گا۔ اسی کو ''قیامت'' کہتے ہیں جیسے آدمی کے مرنے سے پہلے بیماری کی شدّت، جان نکلنے کی علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ ایسے ہی قیامت سے پہلے قیامت کی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ (کتاب العقائد ص ۲۷)

سوال: علاماتِ قیامت سے کیا مراد ہے اور وہ کتنی ہیں؟

جواب: قیامت سے پہلے چند نشانیاں ظاہر ہوں گی انہیں علاماتِ قیامت یا آثارِ قیامت کہتے ہیں علاماتِ قیامت کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔۔۔ علاماتِ صغریٰ: یعنی چھوٹی نشانیاں وہ ہیں جو حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وِلادت مبارکہ سے لے کر اب تک واقع ہو چکی ہیں اور حضرتِ سیّدنا امام

مہدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ظہور تک وقوع میں آتی رہیں گی، انہیں علامات صغریٰ کہتے ہیں۔(ہمارا اسلام، علامات قیامت، حصہ ۵، ص ۲۸۲)

(۲)۔۔۔علامات کبریٰ: یعنی بڑی نشانیاں وہ ہیں جو حضرت سیّدنا امام مہدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ظہور کے بعد صُور پھونکنے تک واقع ہوں گی، یہ علامات یکے بعد دیگرے، پَے دَر پَے اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے ہار سے موتی گرتے ہیں۔ان کے ختم ہوتے ہی قِیامت برپا ہو گی، انہیں علاماتِ کُبریٰ کہتے ہیں۔(ہمارا اسلام، علامات قیامت، حصہ ۵، ص ۲۸۲)

سوال: علاماتِ صغریٰ کتنی اور کون کون سی ہیں؟

جواب: علاماتِ صغریٰ (یعنی چھوٹی نشانیاں) بہت سی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱)۔۔۔ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دنیا سے پردہ فرمانا۔ **(۲)۔۔۔** تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا دنیا سے پردہ فرمانا۔ **(۳)۔۔۔** تین خَسف کا واقع ہونا یعنی آدمی زمین میں دھنس جائیں گے، ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرۂ عرب میں۔ **(۴)۔۔۔** علم اٹھ جائے گا یعنی علماء اٹھالئے جائیں گے اور لوگ جاہلوں کو اپنا امام و پیشوا بنائیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ **(۵)۔۔۔** زِنا، شراب نوشی و بدکاری اور بے حیائی کی زیادتی ہو گی۔ **(۶)۔۔۔** مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی یہاں تک کہ ایک مرد کی سرپرستی (یعنی نگرانی) میں پچاس عورتیں ہوں گی۔ **(۷)۔۔۔** بڑے دجال کے علاوہ تیس دجال اور ہوں گے، وہ سب نُبُوَّت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے۔ **(۸)۔۔۔** مال کی کثرت ہو گی، زمین اپنے خزانے اُگل دے گی۔ **(۹)۔۔۔** دِین پر قائم رہنا ایسا دشوار ہو گا جیسے مُٹھی میں انگارہ لینا۔ **(۱۰)۔۔۔** وقت میں بَرَکت نہ ہو گی یعنی جلدی جلدی

گزرے گا۔(۱۱)۔۔۔ زکوٰۃ دینے کو لوگ تاوان (یعنی ٹیکس) سمجھیں گے۔(۱۲)۔۔۔ علمِ دِین پڑھیں گے مگر دِین کی خاطر نہیں بلکہ دنیا کمانے کے لئے ۔(۱۳)۔۔۔ عورتیں مردانی وَضع اِختیار کریں گی اور مرد زَنانہ وَضع۔(۱۴)۔۔۔ گانے باجے کی کثرت ہو گی۔(۱۵)۔۔۔ ملاقات کے وقت سلام کے بجائے لوگ گالی گلوچ سے پیش آئیں گے۔(۱۶)۔۔۔ مسجد کے اندر شور و غُل اور دنیا کی باتیں ہوں گی۔(۱۷)۔۔۔ لوگ نماز کی شرائط و اَرکان کا لحاظ کئے بغیر نمازیں پڑھیں گے یہاں تک کہ پچاس میں سے ایک نماز بھی قبول نہ ہو گی۔(ہمارا اسلام، علامات قیامت، حصہ ۵، ص ۲۸۲)

سوال: قیامت کی علاماتِ کبریٰ کتنی اور کون کون سی ہیں؟

جواب: علاماتِ کبریٰ (یعنی بڑی نشانیاں) آٹھ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔ دجال کا ظاہر ہونا۔(۲)۔۔۔ حضرتِ سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا آسمان سے نُزُول فرمانا ۔ (۳)۔۔۔ حضرتِ سیّدنا امام مہدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ظاہر ہونا۔(۴)۔۔۔ یاجوج و ماجوج کا نکلنا۔(۵)۔۔۔ دُھویں کا پیدا ہونا ۔ (۶)۔۔۔ دَابَّۃُ الْاَرْض کا نکلنا۔(۷)۔۔۔ سورج کا مغرب سے نکلنا۔(۸)۔۔۔ خوشبودار ٹھنڈی ہوا۔

(ہمارا اسلام، علامات قیامت، حصہ ۵، ص ۲۸۳)

سوال: دجّال کون ہے اور یہ کب اور کیسے ظاہر ہو گا؟

جواب: دَجّال قومِ یہود کا ایک مرد ہے جو اِس وقت بحکمِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ دریائے طبرستان کے جزائر میں قید ہے قربِ قیامت یہ آزاد ہو کر ایک پہاڑ پر آئے گا وہاں بیٹھ کر آواز لگائے گا، دوسری آواز پر وہ لوگ جمع ہو جائیں گے جنہیں بد بخت ہونا ہے، پھر یہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ مُلکِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں فتور پیدا کرنے کے لئے شام و عراق کے درمیان سے

نکلے گا اس کی ایک آنکھ اور ایک اَبرو بالکل نہ ہو گی اسی وجہ سے اِسے مسیح (یعنی کانا) کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ یہود کی فوجیں ہوں گی، وہ ایک بڑے گدھے پر سوار ہو گا اور اس کی پیشانی پر "ک،ا،ف،ر "یعنی کافر لکھا ہو گا جسے ہر مسلمان پڑھے گا البتہ کافِر کو نظر نہ آئے گا، اس کا فتنہ بہت شدید ہو گا، چالیس دن رہے گا جن میں سے پہلا دن سال بھر کے برابر ہو گا، دوسرا ایک مہینہ بھر کے برابر ہو گا، تیسرا ایک ہفتے کے برابر اور بقیہ عام دنوں جیسے ہوں گے۔ وہ بہت تیزی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچے گا جیسے بادل، جسے ہوا اڑاتی ہو، وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اس کے ساتھ ایک باغ اور ایک آگ ہو گی جن کا نام جنَّت و دوزخ رکھے گا، مگر وہ جو دیکھنے میں جنّت معلوم ہو گی حقیقۃً وہ آگ ہو گی اور جو جہنم دکھائی دے گی وہ مقامِ راحت ہو گا۔ جو اُس پر ایمان لے آئیں گے اُن کے لئے بادل کو حکم دے گا تو وہ برسنے لگے گا اور زمین کو حکم دے گا تو کھیتی اُگ آئے گی، جو اُسے نہ مانیں گے ان کے پاس سے چلا جائے گا تو وہ قَحط میں مبتلا ہو جائیں گے اور تہی دَست (یعنی کنگال) رہ جائیں گے، ویرانے میں جائے گا تو وہاں کے دفینے شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے ہمراہ ہولیں گے۔ الغرض! اِس قسم کے بہت سے شعبدے (یعنی کرتب) دکھائے گا، حقیقت میں یہ سب جادُو ہو گا، اس لئے اس کے وہاں سے جاتے ہی لوگوں کے پاس کچھ نہ رہے گا، ایسے وقت میں مسلمان ذکرِ خدا عَزَّوَجَلَّ کریں گے جس سے ان کی بھوک و پیاس ختم ہو جائے گی، چالیس دن میں تمام زمین کا گشت کرے گا مگر مکۂ معظمہ و مدینۂ منورہ میں جب بھی داخل ہونا چاہے گا فرشتے اس کا منہ پھیر دیں گے، البتہ مدینہ طیبہ میں تین زلزلے آئیں گے کہ وہاں جو لوگ بظاہر مسلمان بنے ہوں گے اور دل میں کافر ہوں گے اور وہ جو علمِ الٰہی میں دجّال پر ایمان لا کر کافر ہونے والے ہیں، اُن زلزلوں کے خوف سے شہر سے باہر

بھاگیں گے اور اُس کے فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔

پھر جب وہ ساری دنیا میں گھوم پھر کر ملکِ شام پہنچے گا تو اس وقت حضرتِ سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نزول فرمائیں گے۔ (ہمارا اسلام، علامات قیامت، حصہ ۵، ص ۲۸۴) لعین دجّال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس کی خوشبو سے پگھلنا شروع ہو گا، جیسے پانی میں نمک گھلتا ہے اور اُن کی سانس کی خوشبو حدِّ بصر (نظر کی انتہا) تک پہنچے گی، وہ بھاگے گا، یہ تعاقب (یعنی پیچھا) فرمائیں گے اور اُس کی پیٹھ میں نیزہ ماریں گے، جس سے وہ جہنم واصل ہو گا۔ (بہارِ شریعت ج ۱، ص ۱۲۲)

سوال: حضرتِ سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کب اور کہاں نُزُول فرمائیں گے؟

جواب: جب دَجَّال کا فتنہ اپنی اِنتہا کو پہنچ چکے گا اور یہ ملعون تمام دنیا میں پھر کر ملکِ شام میں پہنچے گا جہاں تمام اَہلِ عرب سِمٹ کر جمع ہو چکے ہوں گے، یہ خبیث ان سب کا محاصرہ کر لے گا، ان میں بائیس ہزار جنگجو مرد اور ایک لاکھ عورتیں ہوں گی، اسی حالت میں قلعہ بند مسلمانوں کو اچانک غیب سے آواز آئے گی کہ گھبراؤ نہیں فریادرَس آپہنچا۔ اس وقت حضرتِ سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام آسمان سے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے زَرد (یعنی پیلے) رنگ کا جوڑا زیبِ تن کئے ہوئے نہایت نورانی صورت میں دِمَشق کی جامع مسجد کے شرقی منارے پر دینِ محمدی صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حاکم اور امامِ عادل و مجددِ ملّت ہو کر نُزُول فرمائیں گے۔ وہ صبح کا وقت ہو گا، نمازِ فجر کے لئے اقامت ہو چکی ہو گی، حضرتِ سیّدنا امام مہدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے اِمامت کی درخواست کریں گے، حضرتِ سیدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام حضرتِ سیّدنا امام مہدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے: آگے بڑھو نماز پڑھاؤ کہ تکبیر تمہارے ہی لئے ہوئی ہے۔ حضور تاجدارِ عرب و عجم، سرکارِ دو عالم صَلَّی

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمانِ مُکَرَّم ہے: ”تمہارا حال کیسا ہو گا جب تم میں ابن مریم عَلَیْہِ السَّلَام نزول فرمائیں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہو گا۔“ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب نزول عیسی ابن مریم حاکماً شریعۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم، الحدیث: ۲۴۶، ۲۴۵، ص ۹۲) یعنی تمہاری اس وقت کی خوشی اور فخر بیان سے باہر ہے کہ رُوح اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نبی و رسول ہونے کے باوجود تم پر اُتریں، تم میں رہیں، تمہارے مُعِیْن و یاوَر بنیں اور تمہارے امام کے پیچھے نماز پڑھیں۔ (بہار الاسلام، علامات قیامت، حصہ ۵، ص ۲۸۵) پھر دجال کو قتل کریں گے آپ علیہ السلام کے زمانہ میں مال کی کثرت ہو گی، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو مال دے گا تو وہ قبول نہ کرے گا، نیز اُس زمانہ میں عداوت و بغض و حسد آپس میں بالکل نہ ہو گا۔ حضرتِ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام صَلِیْب (یعنی عیسائیوں کا مقدّس نشان) توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے، تمام اہلِ کتاب جو قتل سے بچیں گے سب اُن پر ایمان لائیں گے۔ تمام جہان میں دین ایک دینِ اسلام ہو گا اور مذہب ایک مذہبِ اہلِ سنّت۔ بچے سانپ سے کھیلیں گے اور شیر اور بکری ایک ساتھ چَریں گے۔ (بہارِ شریعت ج ۱، ص ۱۲۲۔۱۲۳)

سوال: حضرتِ سیّدنا امام مہدی کون ہیں؟

جواب: حضرتِ سیّدنا امام مہدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بارہ اِماموں رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن میں سب سے آخری امام اور خلیفۃ اللہ ہیں، آپ کا اسمِ گرامی ”محمد“ والد صاحب کا نام ”عبد اللہ“ اور والدہ صاحبہ کا نام ”آمنہ“ ہو گا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نسبتاً سَیِّد، حَسَنی، حضرتِ سیّدَتنا بی بی فاطمہ زہراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی اَولاد سے ہوں گے اور مادری رشتوں میں حضرتِ سیّدنا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا کچھ تعلُّق ہو گا۔ چالیس سال کی عمر میں آپ کا ظہور ہو گا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت سات یا آٹھ

یا نو سال ہو گی۔ اس کے بعد آپ کا وِصال ہو جائے گا۔ حضرتِ سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نمازِ جنازہ پڑھائیں گے۔ چنانچہ رِوایات میں ہے کہ جب تمام علاماتِ صغریٰ واقع ہو جائیں گی، تو اس وقت نصاریٰ (یعنی عیسائیوں) کا غلبہ ہو گا، رُوم و شام اور تمام ممالکِ اسلام، حَرَمین شریفین کے علاوہ سب مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ تمام زمین فتنہ وفساد سے بھر جائے گی، اس وقت اَبدال بلکہ تمام اَولیاءُ اللہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم سب جگہ سے سمٹ کر حَرَمین شریفین کو ہجرت کر جائیں گے اور ساری زمین کفرستان ہو جائے گی رمضان شریف کا مہینہ ہو گا، اَبدال طوافِ کعبہ میں مصروف ہوں گے اور حضرتِ سیّدنا امام مہدی بھی جن کی عمر مبارک اُس وقت چالیس سال ہو گی وہاں ہوں گے۔ اَولیائے کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم انہیں پہچان کر درخواستِ بیعت کریں گے ، آپ انکار فرمائیں گے، دفعۃً (یعنی اچانک) غیب سے ایک آواز آئے گی "ھٰذَا خَلِیْفَۃُ اللہِ الْمَھْدِیُّ فَاسْمَعُوْالَہٗ وَاَطِیْعُوْہُ" یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خلیفہ مہدی ہے، اس کی بات سنو اور اس کا حکم مانو۔ اب تمام اَولیائے کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم اور اہلِ اسلام آپ کے دَستِ مبارک پر بیعت کریں گے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہاں سے سب کو اپنے ہمراہ لے کر ملکِ شام تشریف لے جائیں گے۔

(ہمارا اسلام، علامات قیامت، حصہ ۵، ص ۲۸۷)

سوال: یاجوج وماجوج کون ہیں؟

جواب: یاجوج ماجوج یافِث بن نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی اَولاد میں سے فسادی گروہ ہیں، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، وہ زمین میں فساد کرتے تھے یہ ایّامِ ربیع میں نکلتے تھے کھیتیاں اور سبزیاں سب کچھ کھا جاتے تھے، آدمیوں بلکہ درندوں، وحشی جانوروں بلکہ سانپوں، بچھوؤں تک

کو کھا جاتے تھے، حضرتِ سیّدنا سکندر ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو مؤمنِ صالح اور اللہ کے مقبول بندے اور تمام دنیا پر حکمران تھے، لوگوں نے ان سے یاجوج وماجوج کی شکایت کی چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کی درخواست پر بنیاد کھدوائی، جب پانی تک پہنچ گئی تو اس میں پگھلائے ہوئے تانبے سے پتھر جمائے گئے اور لوہے کے تختے اوپر نیچے چن کر ان کے درمیان لکڑی اور کوئلہ بھروادیا اور آگ لگادی، اسی طرح یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کردی گئی اور اوپر سے پگھلا ہوا تانبہ دیوار میں پلا دیا گیا یہ سب مل کر ایک انتہائی سخت جسم ہوگیا، اس کی چوڑائی ساٹھ گز ہے اور لمبائی ڈیڑھ سو فرسنگ۔ شہنشاہِ اَبرار، شفیعِ روزِ شمار، دوعالَم کے مالک ومختار بِاِذنِ پروَردگار، غیبوں پر خبردار، جنابِ احمد مختار صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمانِ والاتبار ہے کہ یاجوج ماجوج روزانہ اس دیوار کو توڑتے ہیں اور دن بھر محنت کرتے ہیں، جب اس کے توڑنے کے قریب ہوتے ہیں تو ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ اب چلو! باقی کل توڑیں گے، دوسرے روز جب آتے ہیں تو وہ دیوار بحکمِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ پہلے سے زیادہ مضبوط ہو چکی ہوتی ہے۔ پھر جب ان کے خُروج کا وقت آئے گا تو ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا اب چلو! باقی دیوار کل توڑیں گے اِنْ شَآءَاللّٰہ۔ چنانچہ ”اِنْ شَآءَاللّٰہ“ کہنے کا فائدہ یہ ہو گا کہ اس دن کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی اور اگلے روز انہیں دیوار اتنی ہی ٹوٹی ہوئی ملے گی جتنی گزشتہ روز توڑ گئے تھے، اب وہ باہر نکل آئیں گے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال، الحدیث: ۴۰۸۰، ج۴، ص۴۰۹)

سوال: یاجوج ماجوج کا خروج کب ہو گا؟

جواب: قتلِ دَجَّال کے بعد جب لوگ امن وامان کی زندگی بسر کر رہے ہوں گے تو اس وقت حضرتِ سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو حکمِ الٰہی ہو گا کہ مسلمانوں کو کوہِ طُور پر لے جائیں

اس لئے کہ اب کچھ ایسے لوگ ظاہر کئے جائیں گے جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام لوگوں کو لے کر طور پہاڑ پر تشریف لے جائیں گے، اس کے بعد یاجوج ماجوج ظاہر ہوں گے، ان کی تعداد اتنی زیادہ ہو گی کہ ان کی پہلی جماعت جب بحیرۂ طبریہ پر سے (جس کا طول دس میل ہو گا) گزرے گی تو اس کا سارا پانی پی کر اس طرح سکھا دے گی کہ جب دوسری جماعت وہاں آئے گی تو کہے گی کہ یہاں کبھی پانی تھا ہی نہیں۔ غرض یہ لوگ ہر طرف پھیل کر فتنہ و فساد اور قتل و غارت برپا کریں گے پھر جب دنیا میں قتل و غارت کر چکیں گے تو کہیں گے کہ زمین والوں کو تو قتل کر لیا، آؤ! اب آسمان والوں کو بھی قتل کر دیں، یہ کہہ کر اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے، خدا عَزَّوَجَلَّ کی قدرت سے اُن کے تیر اوپر سے خون آلود گریں گے، یہ سمجھیں گے کہ آسمان والے بھی ہلاک ہو گئے۔ اِدھر یہ اپنی حرکتوں میں مشغول ہوں گے اور وہاں پہاڑ پر حضرتِ سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے ساتھیوں کے ساتھ محصور ہوں گے۔ محصورین میں قحط کا عالَم یہ ہو گا کہ ان کے نزدیک گائے کے سَر کی وہ وقعت ہو گی جو آج سو اشرفیوں کی نہیں، اس وقت حضرتِ سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے حواریوں کے ساتھ اس مصیبت سے چھٹکارے کی دُعا فرمائیں گے، اس پر اللہ عَزَّوَجَل یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک قسم کے کیڑے پیدا کر دے گا جس کے سبب ایک ہی رات میں وہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ (ہمارا اسلام، علامات قیامت، حصہ ۵، ص ۲۹۰)

سوال: یاجوج ماجوج کے ہلاک ہونے کے بعد کیا ہو گا؟

جواب: ان کے مرنے کے بعد جب حضرتِ سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اوران کے اصحاب پہاڑ سے اتریں گے تو دیکھیں گے کہ تمام زمین ان کی لاشوں اور بدبُو سے بھری پڑی ہے

حتی کہ ایک بالشت زمین بھی خالی نہ ہو گی، آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے ہمراہیوں کے ساتھ پھر دعا فرمائیں گے، اللہ عَزَّوَجَل ایک سخت آندھی اور ایک خاص قسم کے پرندے بھیجے گا، وہ ان کی لاشوں کو جہاں اللہ عَزَّوَجَل چاہے گا پھینک آئیں گے اوران کے تیر و ترکش کو مسلمان سات برس تک جلائیں گے، پھر اس کے بعد بارش ہو گی جس سے زمین بالکل ہموار ہو جائے گی۔اور زمین کو حکم ہو گا کہ اپنی بَرَکتیں اگل دے، تو یہ حالت ہو گی کہ انار اتنے بڑے بڑے پیدا ہوں گے کہ ایک اَنار سے ایک جماعت کا پیٹ بھرے گا اور اس کے چھلکے کے سائے میں دس آدمی بیٹھیں گے اور دُودھ میں یہ بَرَکت ہو گی کہ ایک اونٹنی کا دودھ جماعت کو کافی ہو گا اور ایک گائے کا دودھ قبیلے بھر کو اور ایک بکری کا خاندان بھر کو کفایت کرے گا۔

(ہمارا اسلام، علامات قیامت، حصہ ۵، ص ۲۹۰)

سوال: حضرتِ سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کب تک دنیا میں قیام فرمائیں گے ؟

جواب: حضرتِ سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام چالیس سال تک زمین میں امامتِ دِین و حکومتِ عدل فرمائیں گے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نکاح فرمائیں گے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اَولاد بھی ہو گی۔ حضور تاجدارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، صاحبِ معطّر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مزارِ اَقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کریں گے، قبرِ انور سے سلام کا جواب آئے گا، پھر رَوحا کے راستہ سے حج یا عمرہ ادا فرمائیں گے ۔ اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام وِصال فرما جائیں گے، مسلمان ان کی تجہیز کریں گے نہلائیں گے، خوشبو لگائیں گے کفن دیں گے، نماز پڑھیں گے اور ہمارے پیارے آقا و مولیٰ، حضور سیّد الانبیاء صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پہلوئے مبارک میں، گنبدِ خَضرا کے سائے میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام دفن کئے

جائیں گے۔(ہمارا اسلام، علامات قیامت، حصہ ۵، ص ۲۹۱)

سوال: دُھواں کب ظاہر ہو گا اور اس کا کیا اثر ہو گا؟

جواب: حضرتِ سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کے بعد قبیلۂ قحطان میں سے ایک شخص جَہْجَاہ نام کے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے خلیفہ ہوں گے جو کہ یمن کے رہنے والے ہوں گے، ان کے بعد چند بادشاہ اور ہوں گے جن کے عہد میں پھر سے کفر و جہالت کا دَور دَورہ ہو جائے گا۔ اسی اَثناء میں ایک مکان مغرب میں اور ایک مشرق میں جہاں منکرین تقدیر رہتے ہوں گے زمین میں دھنس جائے گا، اس کے بعد آسمان سے دُھواں نمودار ہو گا جس سے آسمان سے زمین تک اندھیرا ہو جائے گا، یہ اندھیرا چالیس روز تک رہے گا، اس سے مسلمان زُکام میں مبتلا ہو جائیں گے جب کہ کافروں اور منافقوں پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی، بعض ایک دن کے بعد، بعض دو دن اور بعض تین دن کے بعد ہوش میں آئیں گے، پھر مغرب سے آفتاب طلوع ہو گا۔(ہمارا اسلام، علامات قیامت، حصہ ۵، ص ۲۹۲)

سوال: سورج مغرب سے کیسے طلوع ہو گا؟

جواب: روزانہ آفتاب بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں سجدہ کر کے اِذنِ طلوع چاہتا ہے، جب اِجازت ملتی ہے تب طلوع ہوتا ہے، قربِ قِیامت میں جب آفتاب حسبِ معمول طلوع کی اجازت چاہے گا تو اجازت نہ ملے گی اور حکم ہو گا کہ واپس جا، وہ واپس ہو جائے گا اور اس کے بعد ماہِ ذِی الْحِجَّہ میں یومِ نَحر کے بعد رات اس قدر لمبی ہو جائے گی کہ بچّے چلّا اٹھیں گے، مسافر تنگدل اور مویشی چراگاہ کے لئے بے قرار ہو جائیں گے یہاں تک کہ لوگ بے چینی کی وجہ سے نالہ وزَاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے، آخر تین چار رات کی مقدار دَراز ہونے کے بعد

آفتاب مغرب سے اضطراب کی حالت میں چاند گرہن کی مانند تھوڑی روشنی کے ساتھ نکلے گا اور نصف آسمان تک آکر لَوٹ جائے گا اور جانبِ مغرب غروب ہو گا اس کے بعد پھر مشرق سے طلوع ہوا کرے گا۔ اس نشانی کے ظاہر ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ کافر اپنے کفر سے یا گناہ گار اپنے گناہوں سے توبہ کرنا بھی چاہے گا تو توبہ قبول نہ ہو گی اور اس وقت کسی کا اِسلام لانا قابلِ قبول نہ ہو گا۔ (ہمارا اسلام، علامات قیامت، حصہ ۵، ص ۲۹۲)

سوال: دَابَّۃُ الْاَرْض کیا ہے اور یہ کب نکلے گا؟

جواب: دَابَّۃُ الْاَرْض عجیب شکل کا ایک جانور ہو گا جو کوہِ صَفا سے بر آمد ہو کر تمام شہروں میں بہت جلد پھرے گا اور ایسی تیزی سے دَورہ کرے گا کہ کوئی بھاگنے والا اس سے نہ بچ سکے گا، فصاحت کے ساتھ کلام کرے گا اور بزبانِ فصیح کہے گا: ''ھٰذَا مُؤْمِنٌ وَّھٰذَا کَافِرٌ'' یہ مؤمن ہے اور یہ کافر ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں حضرتِ سیّدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا عصا اور دوسرے میں حضرتِ سیّدنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی انگوٹھی ہو گی۔ عصا سے ہر مسلمان کی پیشانی پر ایک نورانی خط بنائے گا جس سے سیاہ چہرہ نورانی ہو جائے گا اور انگوٹھی سے ہر کافر کی پیشانی پر سیاہ مہر لگائے گا جس سے اس کا چہرہ بے رونق ہو جائے گا۔ اس وقت تمام مسلمان و کافر علانیہ ظاہر ہوں گے، یہ علامت کبھی بھی نہ بدلے گی، جو کافر ہے ہر گز ایمان نہ لائے گا اور جو مسلمان ہے ہمیشہ ایمان پر قائم رہے گا۔ آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کے دوسرے روز لوگ اسی واقعہ کا چرچا کرنے میں مشغول ہوں گے کہ اچانک کوہِ صفا زلزلے سے پھٹ جائے گا اور یہ جانور نکلے گا۔ پہلے یمن میں پھر نجد میں ظاہر ہو کر غائب ہو جائے گا اور تیسری بار مکّۂ معظمہ میں ظاہر ہو گا۔ (ہمارا اسلام، علامات قیامت، حصہ ۵، ص ۲۹۳)

سوال: خوشبو دار ٹھنڈی ہوا کب چلے گی؟ اور اس کا کیا اثر ہو گا؟

جواب: جب قیامت قائم ہونے میں صرف چالیس سال رہ جائیں گے ایک خوشبو دار ٹھنڈی ہوا چلے گی جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے سے نکلے گی، جس کا اثر یہ ہو گا کہ مسلمان کی روح قبض ہو جائے گی یہاں تک کہ کوئی اہلِ ایمان اور اہلِ خیر نہ ہو گا اور کافر ہی کافر رہ جائیں گے، کفّارِ حبشہ کا غلبہ ہو گا اور ان کی سلطنت ہو گی حکام کا ظلم اور رِعایا کی ایک دوسرے پر دَست دَرازِی رفتہ رفتہ بڑھ جائے گی، بت پرستی عام ہو گی اور قحط اور وَبا کا ظہور ہو گا۔ اس وقت ملک شام میں کچھ اَمن ہو گا، دیگر ممالک کے لوگ اہل و عیال سمیت ملکِ شام کو روانہ ہوں گے، اسی اثناء میں ایک بڑی آگ جنوب سے نمودار ہو گی، وہ ان کا تعاقب کرے گی، یہاں تک کہ وہ شام میں پہنچ جائیں گے، پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی، یہ چالیس سال کا زمانہ ایسا گزرے گا کہ اس میں کسی کے اَولاد نہ ہو گی۔ یعنی چالیس سال سے کم عمر کا کوئی نہ ہو گا اور دنیا میں کافر ہی کافر ہوں گے، اللہ عَزَّوَجَل کہنے والا کوئی نہ ہو گا کہ اچانک جُمعہ کے روز جو کہ یومِ عاشورہ بھی ہو گا (یعنی دس محرم الحرام) اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے کہ صبح کے وقت اللہ تَعَالٰی حضرتِ سیّدنا اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام کو صور پھونکنے کا حکم دے گا اور کافروں پر قیامت قائم ہو گی۔ (ہمارا اسلام، علامات قیامت، حصہ ۵، ص ۲۹۳)

سوال: کیا موت کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے؟ نیز اس کی کچھ وضاحت فرمائیں۔

جواب: جی ہاں! موت کے بعد قیامت میں دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے کہ اس کا بیان قرآنِ عظیم میں موجود ہے جیسے کہ پارہ ۱۸ سورۂ مؤمنون کی آیت نمبر ۱۶ میں فرمانے باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ۔

ترجمۂ کنزالایمان: پھر تم سب قیامت کے دن اُٹھائے جاؤ گے۔

اور پارہ ۲۳ سورۂ یٰس کی آیت نمبر ۷۹ میں ارشاد ہوا:

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ۔

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔

پس قیامت بیشک قائم ہو گی، اور لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ ("الشفا"، فصل في بيان ما هو من المقالات، ج۲، ص۲۹۰)

سوال: حشر صرف روح کا ہو گا یا روح و جسم دونوں کا؟

جواب: حشر (یعنی قیامت میں دوبارہ اٹھایا جانا) صرف رُوح کا نہیں، بلکہ روح و جسم دونوں کا ہے، جو کہے صرف روحیں اٹھیں گی جسم زندہ نہ ہوں گے، وہ بھی کافر ہے۔ اور دنیا میں جو رُوح جس جسم کے ساتھ تھی اُس رُوح کا حشر اُسی جسم میں ہو گا، یہ نہیں کہ کوئی نیا جسم پیدا کر کے اس کے ساتھ روح ڈال دی جائے۔

("تفسیر روح البیان"، ج۹، ص۱۰۴)("المعتقد المنتقد"، هل الروح أيضاً جسم فلا حشر إلاّ جسماني؟، ص۱۸۱)

نیز جسم کے اجزا اگرچہ مرنے کے بعد متفرق ہوگئے اور مختلف جانوروں کی غذا ہوگئے ہوں، مگر اللہ تعالیٰ ان سب اجزا کو جمع فرما کر قیامت کے دن اٹھائے گا۔

("البدور السافرة في أمور الآخرة"،للسيوطي،ص۴۱)

قیامت کے دن لوگ اپنی اپنی قبروں سے ننگے بدن، ننگے پاؤں، نَاخَتْنہ شُدہ (یعنی بغیر ختنہ کئے ہوئے) اٹھیں گے۔ (." صحیح مسلم"،الحدیث:۲۸۶۹،ص۱۵۲۹)

جنّت ودوزخ کا بیان

درود شریف کی فضیلت

فَرْمَانِ مُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھ سے عرض کی کہ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اے محمد! کیا تم اِس بات پر راضی نہیں کہ تمہارا اُمّتی تم پر ایک سلام بھیجے، میں اُس پر دس سلام بھیجوں؟“

(نَسائی ص ۲۲۲ حدیث ۱۲۹۲)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سوال: جنت کا معنی کیا ہے؟ اور یہ کیا چیز ہے؟

جواب: جنت کے معنی ہیں گھنا باغ جس میں درختوں کی وجہ سے زمین چھپی ہو۔ جیم نون ملیں تو اس میں پوشیدگی کے معنی ہوتے ہیں، اسی سے ہے جن، جنون، جنتی، جنہ، چونکہ جنت میں گھنے درخت ہیں، نیز وہ دنیا میں نگاہوں سے چھپی ہے، عالم غیب میں سے ہے اس لئے اسے جنت کہتے ہیں۔ جنت کی تین قسمیں ہیں: کسبی، وہبی، عطائی۔ کسبی جنتی وہ ہیں جو اعمال سے جنت میں جائیں گے، وہبی وہ جو کسی جنتی کے طفیل جنت میں جائیں گے جیسے مسلمانوں کے چھوٹے بچے، عطائی جنتی وہ مخلوق جو جنت کو بھرنے کے لئے پیدا کی جائے گی مگر دوزخ صرف کسبی ہے، اپنی کرنی اپنی بھرنی۔ (مرآۃ المناجیح جلد ۷۔ ص ۳۴۸)

جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تَعَالٰی نے ایمان والوں کے لئے بنایا ہے، اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا۔

جو کوئی مثال اس کی تعریف میں دی جائے سمجھانے کے لئے ہے، ورنہ دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ شے کو جنت کی کسی چیز کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔(بہار شریعت جلد۔۱۔ص ۱۵۲)

سوال: نار کا کیا معنی ہے؟ اور دوزخ کیا ہے؟

جواب: نار اور نور دونوں کا مادہ ایک ہے، نار کی جمع نیران ہے اور نور کی جمع نیار یا اینار ہے۔ نار کے معنی ہیں آگ، نور کے معنی ہیں روشنی۔ شریعت میں جہاں نار آتا ہے اس سے مراد دوزخ کی آگ ہوتی ہے، اہلِ نار سے مراد کفار ہوتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ گنہگار مسلمان اگرچہ کچھ دن دوزخ میں رہیں گے مگر وہ اہلِ نار نہیں کہے جاتے۔ اہلِ خانہ وہ ہوتے ہیں جو گھر میں ہمیشہ رہیں چند روزہ مہمان اہل خانہ نہیں ہوتا ایسے ہی اہلِ نار وہ ہی ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔(مرآۃ المناجیح جلد۔۷۔ص ۳۸۵)

دوزخ ایک مکان ہے کہ اُس قہار و جبار کے جلال و قہر کا مظہر ہے۔ جس طرح اُس کی رحمت و نعمت کی انتہا نہیں، اسی طرح اس کے غضب و قہر کی کوئی حد نہیں کہ ہر وہ تکلیف و اذیت جس کا اِدراک کیا جائے، وہ اللہ کے عذاب کا ایک ادنیٰ حصہ ہے، قرآنِ مجید و احادیث میں اس کی سختیاں مذکور ہیں۔("مسند أبي يعلى"، الحديث: ۶۱۶۴، ج۵، ص۳۷۹.)۔ بہار شریعت جلد۔۱۔ص ۱۶۳)

سوال: کیا جنّت اور دوزخ پیدا ہو چکی ہیں؟

جواب: جی ہاں! اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک یہ دونوں پیدا کی جا چکی ہیں، جبکہ اکثر معتزلہ کا کہنا ہے کہ یہ دونوں ابھی پیدا نہیں ہوئیں بلکہ قیامت کے دن پیدا کی جائیں گی، لیکن ہماری دلیل قرآن کی وہ آیات ہیں جن میں بصیغۂ ماضی ان کو بیان کیا گیا ہے جیسے کہ پارہ ایک، سورۂ بقرۃ کی آیت نمبر ۲۴ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَ لَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَ قُوۡدُهَا النَّاسُ وَ الۡحِجَارَةُ ۔ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ۔

ترجمہ کنزالایمان: پھر اگر (قرآن کے مثل) نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہر گز (قرآن کے مثل) نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، تیار رکھی ہے کافروں کے لئے۔

نیز سورۂ بقرۃ کی آیت نمبر ۳۵ میں ارشاد ہوا:

وَ قُلۡنَا یٰۤاٰدَمُ اسۡکُنۡ اَنۡتَ وَ زَوۡجُکَ الۡجَنَّةَ وَ کُلَا مِنۡهَا رَغَدًا حَیۡثُ شِئۡتُمَا ۪ وَ لَا تَقۡرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَکُوۡنَا مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ۔

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے فرمایا: اے آدم! تو اور تیری بی بی اس جنت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔

پس ان دو آیتوں سے بخوبی پتا چلا کہ جنت و دوزخ کی تخلیق ہو چکی ہے۔

سوال: جنت و جہنم کا انکار کرنا کیسا ہے؟

جواب: جنت و جہنم کا انکار کرنا کفر ہے، یونہی یہ کہنا کہ نہ دوزخ میں سانپ، بچھو اور زنجیریں ہیں، اور نہ وہ عذاب، جن کا ذکر مسلمانوں میں رائج ہے، نہ دوزخ کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے جو تکلیف روح کو ہوئی تھی بس روحانی اذیت کا اعلیٰ درجہ پر محسوس ہونا اسی کا نام دوزخ اور جہنم ہے یہ سب کفر قطعی ہے۔ یونہی یہ سمجھنا کہ نہ جنت میں میوے ہیں نہ باغ، نہ محل ہیں، نہ نہریں ہیں، نہ حوریں ہیں، نہ غلمان ہیں، نہ جنت کا کوئی وجو

دِخارجی ہے بلکہ دنیامیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے میں جو راحت روح کو ہوئی تھی بس روحانی راحت کا اعلیٰ درجہ پر حاصل ہونا اسی کا نام جنت ہے۔ یہ بھی قطعًا کفر ہے۔

(ماخوذ از اعتقاد الاَحباب فی الجمیل، المعروف دس عقیدے، ص ۷۷ تا ص ۸۱، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

سوال: کیا جنت و جہنم فنا ہو جائیں گی؟

جواب: نہیں! بلکہ جنت و جہنم دونوں باقی رہیں گی، کبھی فنا نہیں ہوں گی، اور نہ ہی ان میں رہنے والے کبھی فنا ہوں گے، کیونکہ قرآن پاک میں خالدین کے الفاظ کے ساتھ اہلِ ایمان کے جنت اور کفار کے جہنم میں خلود اور دائمی بقا کی خبر دی گئی ہے، نیز کتاب و سنت و اجماعِ امت سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ دونوں ہمیشہ باقی رہیں گی کبھی فنا نہیں ہوں گی۔ جیسے کہ پارہ ۴ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۳۶ میں ارشاد ہوا:

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ۔

ترجمۂ کنزالایمان: ایسوں کا بدلہ اُن کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیوں (یعنی نیک لوگوں) کا کیا اچھا نیگ (یعنی بدلہ) ہے۔

اور پارہ ۲ سورۂ بقرۃ کی آیت نمبر ۱۶۲ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ۔

ترجمۂ کنزالایمان: ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے۔

سوال: جنّت کے کچھ اوصاف بیان فرمائیں۔

جواب: جنت ایک بہت بڑا اچھا گھر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے بنایا ہے، اس کی دیوار سونے چاندی کی اینٹوں اور مشک کے گارے سے بنی ہے، زمین زعفران اور عنبر کی ہے، کنکریوں کی جگہ موتی اور جواہرات ہیں، اس میں جنتیوں کے رہنے کے لئے نہایت خوبصورت ہیرے جواہرات اور موتی کے بڑے بڑے محل اور خیمے ہیں، جنت میں سو درجے ہیں ہر درَجے کی چوڑائی اتنی ہے جتنی زمین سے آسمان تک، دروازے اتنے چوڑے ہیں کہ ایک بازو سے دوسرے بازو تک تیز گھوڑا ستر برس میں پہنچے، جنت میں ایسی نعمتیں ہوں گی جو کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں آتیں۔ طرح طرح کے پھل میوے دودھ شراب اوراچھے اچھے کھانے بڑھیابڑھیا کپڑے جو دنیا میں کبھی کسی کو نصیب نہ ہوئے وہ جنتیوں کو دیئے جائیں گے، خدمت میں ہزاروں صاف ستھرے غِلمان اور صحبت کے لئے سینکڑوں حوریں ملیں گی جو اتنی خوبصورت ہیں کہ اگر کوئی ان میں سے دنیا کی طرف جھانکے تو اس کی چمک اور خوبصورتی سے ساری دنیا کے لوگ بے ہوش ہو جائیں، بہشت میں نہ نیند آئے گی نہ بیماری نہ کوئی ڈر ہو گا نہ کبھی موت آئے گی نہ کسی قسم کی کوئی تکلیف ہو گی بلکہ ہر طرح کا آرام ہو گا اور ہر خواہش پوری ہو گی اور سب سے بڑھ کر نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا۔ (قانونِ شریعت ص ۵۱)

سوال: دوزخ کے کچھ اوصاف بیان فرمائیں۔

جواب: دوزخ بھی ایک گھر ہے اس میں گھپ اندھیری اور تیز کالی آگ ہے جس میں روشنی کا نام نہیں یہ بدکاروں اور کافروں کے رہنے کے لئے بنایا گیا ہے کافر اس میں ہمیشہ قید رکھے جائیں گے اس کی آگ دم بدم بڑھتی رہے گی جہنم کی آگ اتنی تیز ہے کہ سوئی کی نوک کے برابر کھول دیا جائے تو تمام زمین والے سب کے سب اس کی گرمی سے مر جائیں اگر جہنم کا

کوئی داروغہ دنیا میں آجائے تو اس کی ڈراؤنی صورت دیکھ کر تمام لوگوں کی جان نکل جائے کوئی زندہ نہ بچے، جہنمیوں کو طرح طرح کا عذاب دیا جائے گا، بڑے بڑے سانپ بچھو کاٹیں گے، بھاری بھاری ہتھوڑوں سے سر کچلا جائے گا، بھوک پیاس بہت لگے گی، تیل کے تلچھٹ کے جیسا کھولتا پانی اور پیپ پینے کو، کانٹے دار زہریلا پھل کھانے کو ملے گا جب اس پھل کو کھائیں گے تو یہ گلے میں رُک جائے گا اس کے اُتارنے کو پانی مانگیں گے تو وہی کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا، کہ جس کے پینے سے آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہہ جائیں گے، پیاس اِس بلا کی ہو گی کہ اُسی پانی پر پیاس کے مارے ہوئے اونٹ کی طرح گریں گے، کفار جب عذاب سے عاجز آکر موت کی تمنا کریں گے اور موت بھی نہ آئے گی تو آپس میں مشورہ کر کے جہنم کے داروغہ حضرت مالک عَلَیْہِ السَّلَام کو پکار کر کہیں گے اب اپنے رب سے ہمارا قصہ تمام کرادو، حضرت مالک عَلَیْہِ السَّلَام ہزار برس تک جواب نہ دیں گے، ہزار برس کے بعد کہیں گے: ”مجھ سے کیا کہتے ہو اس سے کہو جس کی نافرمانی کی ہے“۔ تب پھر ہزار برس تک اللہ تعالیٰ کو اس کے رحمت کے ناموں سے پکاریں گی وہ ہزار برس تک جواب نہ دے گا اس کے بعد فرمائے گا: ”دور ہو، جہنم میں پڑے رہو، مجھ سے بات نہ کرو“۔ اس وقت کفار ہر قسم کی خیر سے نااُمید ہو جائیں گے اور گدھے کی آواز کی طرح چلا کر روئیں گے پہلے آنسو نکلے گا جب آنسو ختم ہو جائے گا تو خون روئیں گے، روتے روتے گالوں میں خندقوں کی طرح گڑھے پڑ جائیں گے، رونے کا خون اور پیپ اِتنا ہو گا کہ اس میں کشتیاں ڈالی جائیں تو چلنے لگیں، جہنمیوں کی شکل ایسی بری ہو گی کہ اگر کوئی جہنمی دنیا میں اس صورت میں لایا جائے تو تمام لوگ اس کی بدصورتی اور بدبو کی وجہ سے مر جائیں، آخر میں کافروں کے لئے یہ ہو گا کہ ہر کافر کو اس کے قد کے برابر صندوق میں بند کر دیں گے پھر آگ بھڑکائیں گے اور

آگ کا قفل (یعنی تالا) لگائیں گے پھر یہ صندوق آگ کے دوسرے صندوق میں رکھا جائے گا اور ان دونوں کے بیچ میں آگ جلائی جائے گی اور اس میں بھی آگ کا قفل لگا دیا جائے گا پھر اسی طرح اس صندوق کو ایک اور صندوق میں رکھ کر آگ کا قفل لگا کر آگ میں ڈال دیا جائے گا، تو اب ہر کافر یہ سمجھے گا کہ اس کے سوا اب کوئی آگ میں نہ رہا اور یہ عذاب بالائے عذاب ہے اور اب ہمیشہ اُس کے لئے عذاب ہی رہے گا جو کبھی ختم نہ ہو گا۔ (قانونِ شریعت ص ۵۲۔۵۳)

سوال: دخولِ جنّت و دوزخ کے بعد کیا ہو گا؟

جواب: جب سب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے اور جہنم میں صرف وہی لوگ رہیں گے جنہیں ہمیشہ وہاں رہنا ہے، اِس وقت جنت اور دوزخ کے بیچ میں موت مینڈھے کی شکل میں لا کر کھڑی کی جائے گی پھر ایک پکارنے والا جنت والوں کو پکارے گا وہ ڈرتے ہوئے جھانکیں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے نکلنے کا حکم ہو جائے، پھر جہنمیوں کو پکارے گا وہ خوش ہو کر جھانکیں گے شاید اس مصیبت سے چھٹکارے کا حکم ہو پھر اُن سے پوچھے گا کہ اِسے پہچانتے ہو سب کہیں گے ہاں! یہ موت ہے، پھر وہ ذبح کر دی جائے گی اور کہے گا اے جنت والو! ہمیشگی ہے اب مرنا نہیں اور اے دوزخیو! ہمیشگی ہے اب مرنا نہیں اس وقت جنتیوں کی خوشی پر خوشی ہو گی اور جہنمیوں کو غم کے اُوپر غم۔ نَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔

(قانونِ شریعت ۵۳۔۵۴)

تقدیر کا بیان

درود شریف کی فضیلت

فَرمانِ مُصطَفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جس نے مجھ پر ایک بار دُرُودِ پاک پڑھا اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، دس گناہ مٹاتا ہے اور دس دَرَجات بُلند فرماتا ہے۔

(نَسائی ص ۲۲۲ حدیث ۱۲۹۴)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سوال: تقدیر کیا ہے؟ اور جو تقدیر کا انکار کرے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا، اللہ تعالی نے اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ دیا، اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔ (بہار شریعت ج ۱، ص ۱۱) اور تقدیر کے انکار کرنے والوں کو نبی صلی اللہ تَعَالٰی علیہ وسلم نے اس اُمت کا مجوس بتایا۔ (مجوس آگ کی پوجا کرنے والوں کو کہتے ہیں)

("سنن أبي داود"، کتاب السنۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الإیمان ونقصانہ، الحدیث: ۴۶۹۱، ۴۶۹۲، ص ۱۵۶۷)

سوال: قضا، قدر اور مشیت کا معنی کیا ہے؟

جواب: قضا کا معنی فیصلہ کرنا، اور قدر کا معنی اندازہ کرنا، اور مشیت کا معنی ارادہ کرنا ہے۔ یہ تینوں صفات اللہ تَعَالٰی کی ازل یعنی ہمیشہ سے ہیں، اور قدیم ہیں، لیکن ان کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔ (القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص ۷۸)

سوال: کیا ہر اچھی اور بری تقدیر اللہ تَعَالٰی کی جانب سے ہے؟ اور کیا اللہ کے لکھ دینے سے بندہ مجبور ہو گیا؟

جواب: جی ہاں! ہر بھلائی، بُرائی اُس نے اپنے علمِ اَزلی کے موافق مقدّر فرمادی ہے، جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا، اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا، اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ جیسا اُس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے، بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اُس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمّہ برائی لکھی، اس لئے کہ زید برائی کرنے والا تھا، اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا وہ اُس کے لئے بھلائی لکھتا، لہذا اُس کے علم یا اُس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔

("شرح النووي"، کتاب الإیمان، ج۱، ص۲۷)

سوال: تقدیر کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

جواب: تقدیر کی تین قسمیں ہیں:

(۱)۔۔۔ مُبرَمِ حقیقی: جو علمِ الٰہی میں کسی شے پر معلّق نہیں۔ اس کی تبدیلی ناممکن ہے، اکابر محبوبانِ خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے۔

(۲)۔۔۔ معلّقِ محض: وہ کہ صُحفِ ملائکہ میں کسی شے پر اُس کا معلّق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہے۔ اس تک اکثر اولیائے کرام کی رسائی ہوتی ہے کہ ان کی دعا سے ٹل جاتی ہے۔

(۳)۔۔۔ معلّقِ شبیہ بہ مُبرَم: وہ کہ صُحفِ ملائکہ میں اُس کی تعلیق مذکور نہیں اور علمِ الٰہی میں تعلیق ہے۔ اسے صحفِ ملائکہ کے اعتبار سے مبرم بھی کہہ سکتے ہیں، اس تک خواص اکابر اولیائے کرام کی رسائی ہوتی ہے۔ حضور غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اسی کے متعلق فرماتے ہیں: "میں قضائے مبرم کو ردّ کر دیتا ہوں"۔

("مکتوبات إمام ربانی"، فارسی، مکتوب نمبر ۲۱۷، ج۱، ص۱۲۳۔۱۲۴)(بہار شریعت۔ جلد۔۱۔ ص۱۴)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ اشیاء کو ان کی پیدائش سے پہلے جانتا تھا؟

جواب: جی ہاں! اللہ تعالیٰ اشیاء (یعنی چیزوں) کو ان کی پیدائش سے قبل ہمیشہ سے جاننے والا ہے، جیسے کہ سورۂ فتح کی آیت نمبر ۲۶ میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ **ترجمہ کنزالایمان:** اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

سوال: کیا لوحِ محفوظ میں ہر چیز لکھی ہوئی ہے؟

جواب: جی ہاں! دنیا و آخرت میں جو بھی چیز ہے یا ہو گی یا ہوئی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا، لہٰذا جو بھی ہو گی وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت، علم، قضا و قدر سے ہی ہو گی۔

(القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص ۷۶)

سوال: اللہ تعالیٰ نے تقدیر کو لوحِ محفوظ میں کیوں تحریر فرمایا؟

جواب: قلم نے لوحِ محفوظ پر بحکم الٰہی واقعاتِ عالم ازل سے ابد تک ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ لکھ دیا۔ خیال رہے کہ یہ تحریر اس لئے نہ تھی کہ ربّ کو بُھول جانے کا خطرہ تھا بلکہ اس کا منشاء فرشتوں اور بعض محبوب انسانوں کو اس پر مطلع کرنا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے سارے واقعاتِ عالم پر خبر رکھتے ہیں ورنہ یہ تحریر بے کار جاتی، لوحِ محفوظ کو قرآن کریم نے کتاب مبین فرمایا یعنی ظاہر کرنے والی کتاب، اگر لوحِ محفوظ سب کی نگاہوں سے چھپی ہوتی تو مبین نہ ہوتی۔ (مراۃ جلد ۱ ص ۱۰۷)

سوال: تقدیر کے مسائل پر زیادہ غور و فکر کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: قضا و قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے، ان میں زیادہ غور و فکر کرنا سببِ ہلاکت ہے، صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے۔ ما و شما (یعنی ہم اور تم) کس گنتی میں...! اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مثلِ پتھر اور

دیگر جمادات کے بے حس و حرکت نہیں پیدا کیا، بلکہ اس کو ایک طرح کا اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے، چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ بھلے، بُرے، نفع، نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیئے ہیں، کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اُسی قسم کے سامان مہیّا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اُس پر مؤاخذہ (پوچھ تاچھ) ہے۔

("منح الروض الأزہر"، ص ۴۲۔۴۳۔ بہار شریعت ج ۱، ص ۱۸)

ایمان وکفر کا بیان

درود شریف کی فضیلت

فرمانِ مُصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جس نے مجھ پر ایک بار دُرُودِ پاک پڑھا اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر دس مرتبہ دُرُودِ پاک پڑھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر سو رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر سو مرتبہ دُرُودِ پاک پڑھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیتا ہے کہ یہ نِفاق اور جہنَّم کی آگ سے آزاد ہے اور اُسے بروزِ قِیامت شُہَداء کے ساتھ رکھے گا۔(مُعْجَم اَوسَط ج۵ ص۲۵۲ حدیث ۲۷۳۵)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سوال: ایمان وکفر کا لغوی واصطلاحی معنی کیا ہے؟

جواب: ایمان کے لغوی معنی امن دینے کے ہیں اور کفر کا لغوی معنی چھپانے اور انکار کرنے کے ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے اُن سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریاتِ دین میں سے ہیں اور کسی ایک ضرورتِ دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں، اگرچہ باقی تمام ضروریات کی تصدیق کرتا ہو۔(بہار شریعت ج۱، ص۱۷۲)

سوال: ضروریاتِ دین سے کیا مراد ہے؟

جواب: ضروریاتِ دین وہ مسائلِ دین ہیں جن کو ہر خاص وعام جانتے ہوں، جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت، جنت ونار، حشر ونشر وغیرہا، مثلاً یہ اعتقاد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقۂ علما میں نہ شمار کئے جاتے

ہوں، مگر علمائے کرام کی صحبت سے شرفیاب ہوں اور مسائلِ علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں، نہ وہ لوگ جو جنگل اور پہاڑوں کے رہنے والے ہوں جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے، کہ ایسے لوگوں کا ضروریاتِ دین سے ناواقف ہونا اُس ضروری کو غیر ضروری نہ کر دے گا، البتہ ان کے مسلمان ہونے کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ ضروریاتِ دین کے منکر نہ ہوں اور یہ اعتقاد (یعنی عقیدہ) رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے حق ہے، ان سب پر اِجمالاً ایمان لائے ہوں۔

(بہار شریعت ج۱، ص ۱۷۲۔۱۷۳)

سوال: کیا تمام مؤمنین ایمان میں برابر ہیں؟

جواب: جی ہاں! تمام مؤمنین ایمان و توحید کے اعتبار سے برابر ہیں، ان میں کوئی کسی سے افضل و مفضول نہیں، ہاں! اعمال کے اعتبار سے متفاوت (یعنی مختلف) ہیں، کہ کسی کی کم نیکیاں اور کسی کی زیادہ، اور اعمال ایمان کا جز نہیں، اہلِ سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ بخلاف معتزلہ کے، کہ وہ اعمال کو ایمان کا جز مانتے ہیں، جس کی بنا پر ایمان کے کم و بیش کے قائل ہیں، اور امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب "الفقہ الاکبر" میں معتزلہ کا رد فرمایا ہے۔

(القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص ۱۱۹)

سوال: کیا اللہ تَعَالٰی نے مخلوقات کو کفر و ایمان کے وصف کے ساتھ پیدا فرمایا ہے؟

جواب: نہیں! اللہ تَعَالٰی نے مخلوقات کو کفر و ایمان کے آثار (یعنی نشان) سے خالی پیدا فرمایا ہے، ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ ان میں دونوں چیزوں کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا فرمائی ہے، اسی لئے ان سے عصیان و احسان دونوں واقع ہوتے ہیں۔ (القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص ۸۰)

سوال: دنیا میں آکر جو کفر کرتا ہے وہ کس وجہ سے کرتا ہے؟

جواب: جس نے دنیا میں آکر کفر کیا، اس نے اپنے اختیار سے، جہالت و اصرار کے سبب کفر کیا، اور عناد و تکبر کے سبب جھٹلایا، اور یہ ساری چیزیں اللہ تَعَالٰی کے اپنی مدد و توفیق چھین لینے کی وجہ سے ہوا ہے، ورنہ اس کی کیا مجال کہ یہ رب تَعَالٰی کو جھٹلائے، صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تَعَالٰی نے اپنی توجہ اس سے پھیر لی، اور یہ اللہ تَعَالٰی کا عدل ہے نہ کہ ظلم، کہ اللہ تَعَالٰی پارہ ۱۱ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۴۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْـٴًـا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا، ہاں لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

(القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص ۸۱)

سوال: دنیا میں آکر جو ایمان لاتا ہے وہ کس وجہ سے ایمان لاتا ہے؟

جواب: جو شخص دنیا میں ایمان کو اختیار کرتا ہے وہ فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنے دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرکے اللہ کی مدد و توفیق سے ایمان لاتا ہے۔

(القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص ۸۱)

سوال: کیا اللہ تَعَالٰی نے کفر و ایمان اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے؟

جواب: نہیں! ہرگز نہیں، اللہ تَعَالٰی نے اپنے مخلوق میں سے نہ تو کسی کو کفر کرنے پر مجبور کیا اور نہ ہی ایمان لانے پر، یعنی اللہ تَعَالٰی نے طاعت و معصیت کو بطریقِ جبر و غلبہ بندے کے دل میں پیدا نہیں فرمایا، بلکہ بندے کے اختیار و کسب کے ساتھ ملا کر پیدا فرمایا، چاہے تو ایمان لائے، چاہے تو کفر کرے۔ (القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص ۸۶)

سوال: مرتکبِ کبیرہ کے متعلق مؤمن و کافر ہونے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اس کے متعلق اختلاف ہے چنانچہ: **مذہبِ خوارج:** یہ ہے کہ مرتکبِ کبیرہ کافر ہے۔ جبکہ **مذہبِ معتزلہ:** یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا نہ مؤمن ہے اور نہ کافر۔ اور **مذہبِ اہلِ سنت:** یہ ہے کہ مرتکبِ کبیرہ کافر نہیں، بلکہ مؤمن ہی ہے، جب تک کہ وہ اس گناہ کو حلال نہ جانے۔ اس لئے کہ ایمان تصدیق بالجنان (یعنی دل سے ماننے) اور اقرار باللسان (یعنی زبان سے کہنے) کو کہتے ہیں، جبکہ عمل بالارکان کمالِ ایمان و جمالِ احسان میں سے ہے، لہذا عمل بالارکان کے زوال (یعنی ختم ہونے) سے تصدیقِ قلبی اور اقرارِ لسانی زائل نہیں ہوتی ہے۔ اور ایمان و کفر کے درمیان کوئی واسطہ نہیں یعنی آدمی یا مسلمان ہوگا یا کافر، تیسری صورت کوئی نہیں کہ آدمی نہ مسلمان ہو اور نہ کافر۔ (القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص ۱۰۲)

سوال: ہدایت و گمراہی دینے والا کون ہے؟

جواب: اللہ تَعَالٰی جس کو چاہتا ہے، اپنے فضل و کرم سے اسے ایمان و طاعت کی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے، اور اللہ تَعَالٰی جس کو چاہتا ہے اپنے عدل سے اسے کفر و معصیت کے ذریعہ گمراہ کر دیتا ہے، اور یہ عین عدل کے مطابق ہے۔

سوال: اللہ کا بندے کو گمراہ کرنے سے مراد کیا ہے؟

جواب: اللہ تَعَالٰی کا گمراہ کرنے سے مراد اس کو چھوڑ دینا ہے اور اس کی مدد نہ کرنا ہے، اور اسی بات کو یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تَعَالٰی اس بندے کو ایسے اعمال کی توفیق ہی نہیں دیتا جن اعمال سے وہ راضی ہوتا ہے، اور بندے کو چھوڑ دینا اور اس سے راضی نہ ہونا عین عدل ہے، کہ اللہ تَعَالٰی پر کوئی چیز واجب نہیں۔ اور اس کا بیان قرآنِ پاک کے پارہ ۸ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۲۵ میں موجود ہے چنانچہ ارشادِ باری تَعَالٰی ہے:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۔ وَ مَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۔ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے اللہ یونہی عذاب ڈالتا ہے ایمان نہ لانے والوں کو۔

اس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل حضرت نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں: کہ اس میں علم اور دلائلِ توحید و ایمان کی گنجائش نہ ہو تو اس کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ جب اس کو ایمان کی دعوت دی جاتی ہے اور اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اس پر نہایت شاق ہوتا ہے اور اس کو بہت دشوار معلوم ہوتا ہے۔ (خزائن العرفان، پ۸، سورۂ انعام، ۱۲۵)

سوال: کافرِ اصلی کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو ایمان نہ لائے اسے کافرِ اصلی کہتے ہیں۔

سوال: مشرک کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو شخص غیر خدا کو واجب الوجود یا عبادت کے لائق جانے وہ مشرک ہے اور یہ کفر کی بدترین قسم ہے، اور اس شخص کے فعل کو شرک کہتے ہیں۔

سوال: مرتد کسے کہتے ہیں؟ اور کیوں کہتے ہیں؟

جواب: "مُرتَد" وہ شخص ہے جو اسلام لانے کے بعد کفر کی طرف پھر جائے یعنی کسی ایسے امر کا انکار کرے جو ضروریاتِ دین میں سے ہو، اس کے اس فعل کو ارتداد کہتے ہیں۔ یعنی زَبان سے کلِمۂ کفر بکے جس میں تاویلِ صحیح کی گُنجائش نہ ہو۔ یونہی بعض اَفعال (یعنی کام) بھی

ایسے ہیں جن سے کافر ہو جاتا ہے مثلاً بُت کو سجدہ کرنا، قراٰنِ پاک کو نَجاست کی جگہ پھینک دینا۔ (بہارِ شریعت حصّہ 9 ص 173)

مُرتَد کا معنی "پھیرا ہوا" ہے، حالانکہ وہ خود اسلام سے پھرا ہے نہ کہ پھیرا گیا، لیکن اس کے باوجود اسے "مُرتَد" کہتے ہیں کیونکہ اس کی کیا مجال کہ وہ اسلام کو چھوڑے بلکہ اسلام نے اسے خود قبول نہیں کیا اور اسے اپنے سے کفر کی جانب پھیر دیا کہ اسلام افضل اور کفر گھٹیا شے ہے اور افضل شے کو کوئی نہیں چھوڑتا۔

سوال: مُرتد ہونے کی کیا شرائط ہیں؟

جواب: مُرتد ہونے کی چند شرطیں ہیں۔

(۱)۔۔۔عاقل ہونا: لہٰذا ناسمجھ بچہ اور پاگل سے ایسی بات نکلی تو حکمِ کفر نہیں۔

(۲)۔۔۔ہوش وہواس میں ہونا: لہٰذا اگر نشے میں کفر بکا تو کافر نہ ہوا۔

(۳)۔۔۔اختیار: لہٰذا مجبوری اور اکراہ کی صورت میں حکمِ کفر نہیں۔ مجبوری کے یہ معنی ہیں کہ جان جانے یا عُضو کٹنے یا ضربِ شدید کا صحیح اندیشہ ہو اس صورت میں صرف زبان سے اس کلمہ کے کہنے کی اجازت ہے بشرطیکہ دل میں وہی اطمینانِ ایمانی ہو جیسے کہ فرمانِ باری تعالی ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ۔ (پ۱۴، النحل:۱۰۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جو ایمان لا کر اللہ کا منکر ہو سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔

(بہارِ شریعت ج۲، ص۴۵۶)

سوال: اِرتداد سے توبہ کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ بہارِ شریعت جلد ۲ کے صفحہ نمبر ۴۵۷ پر اِرتداد سے توبہ کا طریقہ بیان کرتے ہوئے صدرُ الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: کسی دینِ باطل کو اختیار کیا مثلاً یہودی یا نصرانی ہو گیا ایسا شخص مسلمان اس وقت ہو گا کہ اس دینِ باطل سے بیزاری و نفرت ظاہر کرے اور دینِ اسلام قبول کرے۔ اور اگر ضروریاتِ دین میں سے کسی بات کا انکار کیا ہو تو جب تک اُس کا اقرار نہ کرے جس سے انکار کیا ہے محض کلمۂ شہادت پڑھنے پر اس کے اسلام کا حکم نہ دیا جائے گا کہ کلمۂ شہادت کا اس نے بظاہر انکار نہ کیا تھا مثلاً نماز یا روزہ کی فرضیّت سے انکار کرے یا شراب اور سؤر کی حرمت نہ مانے تو اس کے اسلام کے لئے یہ شرط ہے کہ جب تک خاص اس اَمر کا اقرار نہ کرے اس کا اسلام قبول نہیں یا اللہ تعالیٰ اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جناب میں گستاخی کرنے سے کافر ہوا تو جب تک اس سے توبہ نہ کرے مسلمان نہیں ہو سکتا۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب: فی ان الکفار خمسة اصناف... إلخ، ج۶، ص۳۴۹)

سوال: منافق کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو شخص زبان سے اسلام کا دعوی کرے اور دل میں اسلام کا منکر ہو اسے منافق کہتے ہیں اور اس کے اس فعل کو نفاق کہتے ہیں۔ یہ بھی خالِص کُفر ہے بلکہ ایسے لوگوں کے لئے جہنَّم کا سب سے نِچلا طبقہ ہے۔ سرورِ کائنات، شَہَنْشاہِ موجودات صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ظاہِری حیات کے زمانے میں اِس صِفَت کے کچھ افراد بطورِ مُنافِقِین مشہور ہوئے، ان کے باطِنی کُفر کو قرآنِ مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب ص۴۵)

سوال: کیا کافر کو کافر کہہ سکتے ہیں؟

جواب: کافِر کو کافِر کہنا نہ صِرف جائز بلکہ بعض صورتوں میں فرض ہے۔ صَدْرُ الشَّرِیعَہ ،بدْرُ الطَّرِیقہ حضرت علامہ مَوْلانا مُفتی محمد امجَد علی اَعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:"ایک یہ وَبا بھی پھیلی ہوئی ہے (کہ بعض لوگ) کہتے ہیں کہ ہم تو کافِر کو بھی کافِر نہ کہیں گے کہ ہمیں کیا معلوم کہ اِس کا خاتِمہ کُفْر پر ہو گا۔" یہ بھی غَلَط ہے۔ قُرآنِ عظیم نے کافِر کو کافِر کہا اور کافِر کہنے کا حُکْم دیا۔ چُنانچِہ ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱﴾ **تَرجَمۂ کنزالایمان:** (اے محبوب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم!) تم فرماؤ: اے کافرو!

(پ30، کافرون1)

اور اگر ایسا ہے تو مسلمان کو بھی مسلمان نہ کہو، تمہیں کیا معلوم کہ اِسلام پر مرے گا، کیونکہ خاتِمہ کا حال تو خدا عَزَّوَجَلَّ جانے"۔ آگے چل کر مزید فرماتے ہیں: بعض جاہِل یہ کہتے ہیں کہ "ہم کسی کو کافِر نہیں کہتے عالم لوگ جانیں وہ کافِر کہیں۔" مگر کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ عوام کے تو وُہی عقائِد ہوں گے جو قُرآن و حدیث وغیرہُما سے عُلَمانے اُنہیں بتائے یا عوام کے لئے کوئی شریعت جُداگانہ ہے؟ جب ایسا نہیں تو پھر عالِمِ دین کے بتائے پر کیوں نہیں چلتے! نیز یہ کہ ضَروریاتِ (دین) کا انکار کوئی ایسا اَمْر نہیں جو عُلَما ہی جانیں۔ عوام جو عُلَما کی صُحْبت سے مُشَرَّف ہوتے رہتے ہیں وہ بھی اُن سے بے خبر نہیں ہوتے۔ پھر ایسے مُعامَلے میں پہلُو تہی اور اِعراض (یعنی منہ پھیرنے) کے کیا معنی! (بہارِ شریعت ج۲، حصّہ 9 ص173، 174)

نیز جو کسی کافر کے لئے اُس کے مرنے کے بعد مغفرت کی دعا کرے، یا کسی مردہ مُرتد کو مرحوم یا مغفور، یا کسی مُردہ ہندو کو بیکنٹھ باشی (یعنی جَنَّتِی) کہے، وہ خود کافر ہے۔

("الفتاوی الرضویۃ"، ج۲۱، ص۲۲۸)

سوال: کیا بعض اعمال بھی کفریہ ہوتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! بعض اعمال کفر کی علامت ہیں جیسے:

(۱)۔۔۔زُنّار باندھنا: یعنی وہ دھاگہ یا ڈوری جو ہندو گلے سے بغل کے نیچے تک ڈالتے ہیں، اور عیسائی، مجوسی اور یہودی کمر میں باندھتے ہیں۔

(۲)۔۔۔سر پر چُوٹیا رکھنا: یعنی وہ چند بال جو بچے کے سر پر منت مان کر ہندو رکھتے ہیں۔

(۳)۔۔۔قَشْقَہ لگانا: یعنی پیشانی پر صندل یا زعفران کے دو نشانات، ٹیکا، تِلک جو ہندو ماتھے پر لگاتے ہیں۔

ایسے افعال کے مرتکب کو فقہائے کرام کافر کہتے ہیں۔ تو جب ان اعمال سے کفر لازم آتا ہے تو ان کے مرتکب کو از سرِ نو اسلام لانے اور اس کے بعد اپنی عورت سے تجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۱۷۶)

سوال: کیا عورتوں کا اپنی مانگ میں سندور لگانا کفر ہے؟

جواب: مسلمان عورتوں کے لئے مانگ میں سندور لگانا ناجائز و حرام ہے اور جب تک سیندور لگا رہے گا تو غسل نہیں ہوگا کیونکہ یہ پانی کو جسم تک پہنچنے سے روکتا ہے۔ چنانچہ صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "سندور لگانا مُثْلَہ میں داخل اور حرام ہے، نیز اس کا جرم پانی بہنے سے مانع ہوگا جس سے غسل نہیں اترے گا"۔

(فتاوی امجدیہ جلد 4 صفحہ 60 مکتبہ رضویہ کراچی)

جبکہ فی زمانہ ٹکلی (یعنی بندی) لگانا مسلمان عورتوں میں عام ہے کہ وہ عمومی طور پر لگاتی ہیں لہذا اب یہ ہندو عورتوں کے ساتھ خاص نہیں رہا تو اس کے لگانے میں ان سے مشابہت نہیں

ہو گی، اس لئے اب مسلمان عورتیں ٹکلی (یعنی بندی) لگا سکتی ہیں مگر چونکہ ٹکلی (یعنی بندی) پانی کو جسم تک پہنچنے سے روکتی ہے تو وضو اور غسل کے لئے اس کو اتارنا ضروری ہو گا ورنہ وضو اور غسل نہیں ہو گا۔ چنانچہ صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "ٹکلی بھی وضو و غسل کے ادا کرنے میں مانع ہیں"۔ (فتاوی امجدیہ جلد 4 صفحہ 60 مکتبہ رضویہ کراچی)

سوال: عبادت کے قبول ہونے کے لئے ایمان کی شرط کیوں لگائی گئی؟

جواب: بعض لوگوں کے ذہن میں یہ سوال اکثر آتا ہے کہ **"عبادت کے قبول ہونے کے لئے ایمان کی شرط کیوں لگائی گئی؟"** حالانکہ زمانے کا یہ قاعدہ ہے "جو بھی روٹی کھاتا ہے اسے بھوک سے نجات ملتی ہے" لہذا اسی قاعدے کے تحت یہ ہونا چاہئے تھا کہ جو بھی نیکی کرے اسے ثواب ملنا چاہئے چاہے وہ ایمان والا ہو یا غیر ایمان والا۔ اس کے دو جواب درج ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔پہلا جواب یہ ہے کہ نیک اعمال روحانی غذائیں ہیں اور کفر زہر، اگر بریانی میں زہر ملا دو تو وہ نقصان ہی دے گی، ایسے ہی کفر کے ساتھ عبادات زہر آلود غذا ہے۔

(اسرار الاحکام ص ۵)

(۲)۔۔۔دوسرا جواب یہ ہے کہ اعمال گویا تخم (یعنی بیج) ہیں اور ثواب اس کا پھل، اور تخم (یعنی بیج) جب ہی پھل دے گا جب عمدہ زمین میں بویا جائے اور زمین بندے کا دل ہے اور وہ بیج بھی بے عیب ہو، ناقص نہ ہو، پس کافر کے عمل (یعنی بیج) میں کفر کا عیب (یعنی نقص) موجود ہے اور اس کا دل بنجر زمین ہے۔ لہذا بیج ناقص، زمین بنجر، پھل کیسے آئے گا، اسی طرح کافر اپنے نیک اعمال کا ثواب کیسے پائے گا۔ (اسرار الاحکام ص ۵)

کفریہ کلمات کا بیان

درود شریف کی فضیلت

فرمانِ مُصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جو مجھ پر ایک دن میں 50 بار دُرُودِ پاک پڑھے قیامت کے دن میں اس سے مصافحہ کروں (یعنی ہاتھ ملاؤں) گا۔

(اَلْقُرْبَۃُ اِلٰی رَبِّ الْعٰلَمِین، لابن بشکوال ص ۹۰ حدیث ۹۰)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سوال: حرام الفاظ اور کفریہ کلمات کا علم سیکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: حرام الفاظ اور کُفریَّہ کلمات کے مُتَعَلِّق علم سیکھنا فرض ہے، اِس زمانے میں یہ سب سے ضَروری چیز ہے کیونکہ اس کا تعلق ایمان سے ہے اور جب کسی کا ایمان ہی نہ رہے گا تو باقی عبادت کس کام کی یعنی بغیر ایمان کے اعمال غیر مقبول ہیں۔ (رَدُّالْمُحتار ج 1 ص 107)

سوال: اگر کسی نے کفریہ کلمہ بکا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: علامہ بدرُ الدّین عَینی حَنفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ عمدۃُ القاری میں ارشاد فرماتے ہیں: "ہر اس انسان کی تکفیر کی جائے گی (یعنی اُس کو کافِر قرار دیا جائے گا) جو صریح کلمۂ کفر منہ سے نکالے یا پھر ایسا فعل کرے جو کفر کا باعث ہو اگرچِہ وہ یہ نہ جانتا ہو کہ یہ کلمہ یا فعل کفر ہے۔" (عمدۃُ القاری ج 1 ص 403)

سوال: کفریہ کلمات کو پہچاننے کے کیا قواعد ہیں؟

جواب: کفریہ کلمات کو پہچاننے کے حوالے سے چند قواعد درج ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔اللہ تعالی کو عاجز کہنا: لہذا ایسے کلمات کفریہ ہوں گے جن سے اللہ تعالی کا عاجز ہونا ثابت ہو مثلاً کسی زبان دراز آدمی سے یہ کہنا کہ "**خدا تمہاری زبان کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتا میں کس طرح کروں**" یہ کفر ہے۔ یونہی ایک نے دوسرے سے کہا: "اپنی عورت کو قابو میں نہیں رکھتا"، اس نے کہا: "**عورتوں پر خدا کو تو قدرت ہے نہیں، مجھ کو کہاں سے ہوگی**" یہ بھی کفریہ کلمہ ہے۔ ("خلاصۃ الفتاوی"، کتاب الفاظ الکفر، ج۴، ص۳۸۴)

(۲)۔۔۔خدا کے لئے مکان ثابت کرنا: کیونکہ اللہ تعالی مکان سے پاک ہے لہذا یہ کہنا کہ "**اوپر خدا ہے نیچے تم**" یہ کلمہ کفر ہے۔ ("الفتاوی الخانیۃ"، کتاب السیر، باب مایکون کفرا... إلخ، ج۲، ص۴۷۰)

(۳)۔۔۔اللہ تعالی کے عذاب کو ہلکا جاننا: کسی نے کسی سے کہا: "گناہ نہ کر، ورنہ خدا تجھے جہنم میں ڈالے گا" اس نے کہا: "**میں جہنم سے نہیں ڈرتا**" یا کہا: "**خدا کے عذاب کی کچھ پروا نہیں**"۔ یا ایک نے دوسرے سے کہا: "تو خدا سے نہیں ڈرتا؟" اُس نے غصہ میں کہا: "**نہیں!**" یا کہا: "**خدا کیا کر سکتا ہے؟ اس کے سوا کیا کر سکتا ہے کہ دوزخ میں ڈالدے**"۔ یا کہا: "خدا سے ڈر" اس نے کہا: "**خدا کہاں ہے؟**" یہ سب کفر کے کلمات ہیں۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب السير، الباب التاسع فی احكام المرتدين، ج۲، ص۲۶۰، ۲۶۲.)

(۴)۔۔۔اللہ تعالی پر اعتراض کرنا: کسی مسکین نے اپنی محتاجی کو دیکھ کر یہ کہا: "**اے خدا! فلاں بھی تیرا بندہ ہے اس کو تو نے کتنی نعمتیں دے رکھی ہیں اور میں بھی تیرا بندہ ہوں مجھے کس قدر رنج و تکلیف دیتا ہے آخر یہ کیا انصاف ہے؟**" ایسا کہنا کفر ہے۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب السير، الباب التاسع فی احكام المرتدين، ج۲، ص۲۶۲)

حدیث میں ایسے ہی کے لئے فرمایا: ''کَادَ الفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا'' ترجمہ: محتاجی کفر کے قریب ہے کہ جب محتاجی کے سبب ایسے نا ملائم کلمات صادر ہوں جو کفر ہیں تو گویا خود محتاجی قریب بکفر ہے۔ (''شعب الایمان''، باب فی الحث علی ترک الغل والحسد، الحدیث ۶۶۱۲، ج۵، ص۲۶۷)

(۵)۔۔۔انبیائے کرام کی توہین کرنا: ، ان کی جناب میں گستاخی کرنا یا ان کو فواحش و بے حیائی کی طرف منسوب کرنا کفر ہے، مثلاً معاذاللہ یوسف علیہ السلام کو زنا کی طرف نسبت کرنا۔ (''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲، ص۲۶۳)

(۶)۔۔۔حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا انکار کرنا: جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیا میں **آخری نبی نہ جانے** یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی چیز کی **توہین کرے یا عیب لگائے**، آپ کے موئے مبارک (یعنی مقدّس بال) کو **تحقیر** (یعنی بے ادبی، توہین، حقارت) سے یاد کرے، آپ کے لباس مبارک کو **گندہ اور میلا** بتائے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے **ناخن بڑے بڑے کہے** یہ سب کفر ہے، بلکہ اگر کسی کے اس کہنے پر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کدو پسند تھا کوئی یہ کہے **مجھے پسند نہیں** تو بعض علما کے نزدیک کافر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر اس حیثیت سے کدو اُسے ناپسند ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند تھا تو کافر ہے۔ یونہی کسی نے یہ کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانا تناول فرمانے کے بعد تین بار انگشت ہائے مبارک چاٹ لیا کرتے تھے، اس پر کسی نے کہا **یہ ادب کے خلاف** ہے یا **کسی سنت کی تحقیر کرے**، مثلاً داڑھی بڑھانا، مونچھیں کم کرنا، عمامہ باندھنا یا شملہ لٹکانا، ان کی اہانت (یعنی توہین کرنا) کفر ہے جبکہ سنت کی توہین مقصود ہو۔

(''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲، ص۲۶۳)

(۷)۔۔۔فرشتوں کی توہین کرنا اور عیب لگانا: دشمن ومبغوض (یعنی ناپسندیدہ شخص، جس سے بغض ہو) کو دیکھ کر یہ کہنا: **"ملک الموت (یعنی موت کا فرشتہ، عزرائیل علیہ السلام) آگئے"** یا کہا: **"اسے ویسا ہی دشمن جانتا ہوں جیسا ملک الموت کو"**، اس میں اگر ملک الموت کو برا کہنا ہے تو کفر ہے اور موت کی ناپسندیدگی کی بنا پر ہے تو کفر نہیں۔ یونہی جبرئیل یا میکائیل یا کسی فرشتہ کو جو شخص عیب لگائے یا توہین کرے کافر ہے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲، ص۲۶۶)

(۸)۔۔۔قرآنِ پاک کی توہین کرنا: قرآن کی کسی آیت کو عیب لگانا یا اس کی توہین کرنا یا اس کے ساتھ مسخرہ پن (یعنی ہنسی مذاق) کرنا کفر ہے مثلاً داڑھی مونڈانے سے منع کرنے پر اکثر داڑھی منڈے کہہ دیتے ہیں كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ جس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ کلّا صاف کرو یہ قرآنِ مجید کی تحریف و تبدیل (یعنی اصل لفظ یا معنی میں جان بوجھ کر تبدیلی کرنا) بھی ہے اور اس کے ساتھ مذاق اور دل لگی بھی اور یہ دونوں باتیں کفر، اسی طرح اکثر باتوں میں قرآن مجید کی آیتیں بے موقع پڑھ دیا کرتے ہیں اور مقصود (یعنی قصد وارادہ) ہنسی کرنا ہوتا ہے جیسے کسی کو نمازِ باجماعت کے لئے بلایا، وہ کہنے لگا: **"میں جماعت سے نہیں بلکہ تنہا پڑھوں گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى"**

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲، ص۲۶۶)

(۹)۔۔۔نماز کی فرضیت کا انکار کرنا: مثلاً کسی سے نماز پڑھنے کو کہا، اس نے جواب دیا: **"نماز پڑھتا تو ہوں مگر اس کا کچھ نتیجہ نہیں"** یا کہا: **"تم نے نماز پڑھی کیا فائدہ ہوا؟"** یا کہا: **"نماز پڑھ کے کیا کروں؟ کس کے لئے پڑھوں ماں باپ تو مر گئے؟"** یا کہا: **"بہت پڑھ لی اب دل گھبرا**

گیا" یا کہا: "**پڑھنا نہ پڑھنا دونوں برابر ہے**" غرض اسی قسم کی بات کرنا جس سے فرضیت کا انکار سمجھا جاتا ہو یا نماز کی تحقیر ہوتی ہو یہ سب کفر ہے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲، ص۲۶۸)

یونہی کوئی شخص صرف رمضان میں نماز پڑھتا ہے بعد میں نہیں پڑھتا اور کہتا یہ ہے کہ: "**یہی بہت ہے**" یا "**جتنی پڑھی یہی زیادہ ہے کیونکہ رمضان میں ایک نماز ستر نماز کے برابر ہے**" ایسا کہنا کفر ہے اس لئے کہ اس سے نماز کی فرضیت کا انکار معلوم ہوتا ہے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲، ص۲۶۸)

اذان کی آواز سن کر یہ کہنا: "**کیا شور مچا رکھا ہے؟**" اگر یہ قول بروجہ انکار ہو کفر ہے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲، ص۲۶۹)

(۱۰)۔۔۔روزے کی تحقیر کرنا: مثلاً روزۂ رمضان نہیں رکھتا اور کہتا یہ ہے کہ: "**روزہ وہ رکھے جسے کھانا نہ ملے**" یا کہتا ہے: "**جب خدا نے کھانے کو دیا ہے تو بھوکے کیوں مریں**" یا اسی قسم کی اور باتیں جن سے روزہ کی ہتک و تحقیر (یعنی بے حرمتی) ہو کہنا کفر ہے۔ (بہارِ شریعت ج۲، ص۴۶۵)

(۱۱)۔۔۔علمِ دین اور علما کی توہین کرنا: علمِ دین اور علما کی توہین بے سبب یعنی محض اس وجہ سے کہ عالم علمِ دِین ہے کفر ہے۔ یونہی عالمِ دین کی نقل کرنا مثلاً کسی کو منبر وغیرہ کسی اونچی جگہ پر بٹھائیں اور اس سے مسائل بطور استہزا دریافت کریں (یعنی ہنسی مذاق کے طور پر مسائل پوچھیں) پھر اسے تکیہ وغیرہ سے ماریں اور مذاق بنائیں یہ کفر ہے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲، ص۲۷۰)

(۱۲)۔۔۔شریعت کی توہین کرنا: مثلاً کہے: "**میں شرع ورع نہیں جانتا**" یا عالمِ دِین محتاط کا فتویٰ پیش کیا گیا اس نے کہا: "**میں فتویٰ نہیں مانتا**" یا فتویٰ کو زمین پر پٹک دیا۔ کسی شخص کو

شریعت کا حکم بتایا کہ اس معاملہ میں یہ حکم ہے اس نے کہا: **"ہم شریعت پر عمل نہیں کریں گے ہم تو رسم کی پابندی کریں گے"** ایسا کہنا بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے۔

("الفتاوی الھندیۃ"،کتاب السیر،الباب التاسع فی احکام المرتدین،ج۲،ص۲۷۲)

(۱۳)۔۔۔ مسلمان کو کلماتِ کفر کی تعلیم و تلقین کرنا: اگرچہ کھیل اور مذاق میں ایسا کرے۔ یونہی کسی کی عورت کو کفر کی تعلیم کی اور یہ کہا: **"تو کافرہ ہو جا، تاکہ تیرا شوہر سے پیچھا چھوٹے"** تو عورت کفر کرے یا نہ کرے، یہ کہنے والا کافر ہو گیا۔ (بہارِ شریعت ج۲،ص۴۶۶)

(۱۴)۔۔۔ حضراتِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لعن طعن کرنا: یعنی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان پاک میں سب و شتم کرنا (یعنی لعن طعن کرنا)، تبرا کہنا (یعنی اظہار بیزاری کرنا) یا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت یا امامت و خلافت سے انکار کرنا کفر ہے۔ ("الفتاوی الھندیۃ"،کتاب السیر،الباب التاسع فی احکام المرتدین،ج۲،ص۲۶۴،وغیرہ۔)

(۱۵)۔۔۔ حضرت امّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان پاک میں تہمت لگانا: یقیناً قطعاً کفر ہے۔ (بہارِ شریعت ج۲،ص۴۶۳)

سوال: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام کی تصغیر کرنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام کی تصغیر کرنا کفر ہے، جیسے کسی کا نام عبد اللہ یا عبد الخالق یا عبد الرحمٰن ہو اسے پکارنے کے وقت آخر میں الف وغیرہ ایسے حروف ملا دیں جس سے تصغیر سمجھی جاتی ہے۔ (بہارِ شریعت ج۲،ص۴۶۲)

سوال: اللہ کو GOD کہنا کیسا ہے؟

جواب: گاڈ GOD انگریزی زبان کا لفظ ہے، اس کے معنی ہیں محافظ، اس لحاظ سے

اللہ تعالی کو گاڈ کہنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن چونکہ خدا کو گاڈ کہنا عیسائیوں کا عرف اور ان کا شعار ہے لہذا مسلمانوں کو اس سے احتراز کرنا چاہئے۔(شارح بخاری ج1ص173)

سوال: اللہ کو رام اور بھگوان کہنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالی کو رام کہنے کا تفصیلی حکم بیان کرتے ہوئے مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالی علیہ **"فتاوی شارح بخاری"** میں لکھتے ہیں: "رام کے جو حقیقی معنی ہیں، ان پر مطلع ہوتے ہوئے جو شخص اللہ عزوجل کو "بھگوان یارام" کہے، وہ بلاشبہہ کافر، مرتد ہے، اُس کے تمام اعمالِ حسنہ اکارت ہوگئے، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر فرض ہے کہ اس سے توبہ کرے، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو اور اپنی بیوی رکھنا چاہتا ہو، تو پھر سے تجدیدِ نکاح کرے۔ سنسکرت میں بھگ عورت کی شرم گاہ کو کہتے ہیں اور وان معنی "والا"۔ رام کے معنی رما ہوا یعنی کسی میں گھسا ہوا ہے۔ یہ دونوں معنی اللہ عزوجل کے لئے عیب ہیں اور اس کو مستلزم ہیں کہ وہ خدا نہ ہو اس لئے دونوں الفاظ کا اطلاق اللہ عزوجل پر کفر ہے۔ رہ گئے وہ لوگ جو اس کے حقیقی معنی نہیں جانتے، وہ صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہندوؤں میں اللہ عزوجل کو بھگوان یارام کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اگر اللہ عزوجل کو "بھگوان یارام" کہا، تو ان کا حکم اتنا سخت نہیں، پھر بھی ان پر توبہ و تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔" (فتاویٰ شارح بخاری، جلد1، صفحہ 171، 172، مطبوعہ برکات المدینہ)

سوال: ہولی دیوالی پوجنے کا کیا حکم ہے؟ نیز کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

جواب: ہولی اور دیوالی پوجنا کفر ہے کہ یہ عبادت غیرُ اللہ ہے۔ کفار کے میلوں تہواروں میں شریک ہو کر ان کے میلے اور جلوس مذہبی کی شان و شوکت بڑھانا کفر ہے جیسے رام

لیلا اور جنم اسٹمی اور رام نومی وغیرہ کے میلوں میں شریک ہونا۔ یونہی ان کے تہواروں کے دن محض اس وجہ سے چیزیں خریدنا کہ کفار کا تہوار ہے یہ بھی کفر ہے جیسے دیوالی میں کھلونے اور مٹھائیاں خریدی جاتی ہیں کہ آج خریدنا دیوالی منانے کے سوا کچھ نہیں۔ یونہی کوئی چیز خرید کر اس روز مشرکین کے پاس ہدیہ کرنا جبکہ مقصود اُس دن کی تعظیم ہو تو کفر ہے۔ (بہارِ شریعت ج۲،ص۴۶۶)

نصیحت: مسلمانوں پر اپنے دین و مذہب کا تَحفّظ لازم ہے، دینی حَمیّت اور دینی غیرت سے کام لینا چاہئے، کافروں کے کُفری کاموں سے الگ رہیں، مگر افسوس کہ مشرکین تو مسلمانوں سے اجتناب کریں اور مسلمان ہیں کہ ان سے اختلاط رکھتے ہیں، اس میں سراسر مسلمانوں کا نقصان ہے۔ اسلام خدا کی بڑی نعمت ہے اس کی قدر کیجئے اور جس بات میں ایمان کا نقصان ہے، اس سے دور بھاگئے! ورنہ شیطان گمراہ کر دے گا اور یہ دولت تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔

سوال: زبان پھسلنے کی وجہ سے کفریہ بات نکل گئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: کہنا کچھ چاہتا تھا اور زبان سے کفر کی بات نکل گئی تو کافر نہ ہوا یعنی جبکہ اس اَمر سے اظہارِ نفرت کرے کہ سننے والوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ غلطی سے یہ لفظ نکلا ہے اور اگر بات کی پچ کی تو اب کافر ہو گیا کہ کفر کی تائید کرتا ہے۔ (بہارِ شریعت ج۲،ص۴۵۶)

سوال: کفریہ بات کا دل میں خیال پیدا ہوا تو کیا کافر ہو جائے گا؟

جواب: کفری بات کا دل میں خیال پیدا ہوا اور زبان سے بولنا بُرا جانتا ہے تو یہ کفر نہیں بلکہ خاص ایمان کی علامت ہے کہ دل میں ایمان نہ ہوتا تو اسے بُرا کیوں جانتا۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج۲، ص۲۸۳)

سوال: تجدیدِ ایمان کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطار قادری** زِیْدَ مَجْدُہٗ وَشَرَفُہٗ وَعِلْمُہٗ وَعَمَلُہٗ اپنی مایۂ ناز تصنیف **"کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب"** کے صفحہ نمبر ۶۲۱ پر تجدیدِ ایمان کا طریقہ کچھ یوں لکھتے ہیں: جس کُفر سے توبہ مقصود ہے وہ اُسی وقت مقبول ہو گی جبکہ وہ اُس کُفر کو کُفر تسلیم کرتا ہو اور دل میں اُس کُفر سے نفرت و بیزاری بھی ہو۔ جو کُفر سرزد ہوا توبہ میں اُس کا تذکِرہ بھی ہو۔ مَثَلًا جس نے ویزا فارم پر اپنے آپ کو کرسچین لکھ دیا وہ اس طرح کہے: "یااللہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے جو ویزا فارم میں اپنے آپ کو کرسچین ظاہِر کیا ہے اس کُفر سے توبہ کرتا ہوں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّااللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں)" اِس طرح مخصوص کُفر سے توبہ بھی ہو گئی اور تجدیدِ ایمان بھی۔

اگر مَعَاذاللہ کئی کُفرِیّات بکے ہوں اور یاد نہ ہو کہ کیا کیا بکا ہے تو یوں کہے: "یااللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھ سے جو جو کُفرِیّات صادِر ہوئے ہیں میں ان سے توبہ کرتا ہوں۔" پھر کلِمہ پڑھ لے۔ (اگر کلمہ شریف کا ترجَمہ معلوم ہے تو زبان سے ترجَمہ دُہرانے کی حاجت نہیں)

اگر یہ معلوم ہی نہیں کہ کُفر بکا بھی ہے یا نہیں تب بھی اگر احتیاطاً توبہ کرنا چاہیں تو اس طرح کہئے: "یااللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر مجھ سے کوئی کُفر ہو گیا ہو تو میں اُس سے توبہ کرتا ہوں۔" یہ کہنے کے بعد کلِمہ پڑھ لیجئے۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب ص ۶۲۱)

سوال: تجدیدِ نکاح کیسے کیا جائے گا؟

جواب: تجدیدِ نکاح کا معنٰی ہے: ”نئے مَہر سے نیا نکاح کرنا۔“ اِس کے لئے لوگوں کو اِکٹھا کرنا ضروری نہیں۔ نکاح نام ہے اِیجاب و قبول کا۔ ہاں بوقتِ نکاح بطورِ گواہ کم از کم دو مَرد مسلمان یا ایک مَرد مسلمان اور دو مسلمان عورتوں کا حاضِر ہونا لازمی ہے۔ خُطبۂ نکاح شرط نہیں بلکہ مُستَحَب ہے۔ خطبہ یاد نہ ہو تو اَعُوْذُ بِاللہ اور بِسمِ اللہ شریف کے بعد سورۂ فاتِحہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ کم از کم دس درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی (موجودہ وزن کے حساب سے 30 گرام 618 ملی گرام چاندی) یا اُس کی رقم مہَر واجِب ہے۔ مثلاً آپ نے ہندوستانی 50,000 روپے اُدھار مہَر کی نیّت کرلی ہے (مگر یہ دیکھ لیجئے کہ مہر مقرر کرتے وقت مذکورہ چاندی کی قیمت پچاس ہزار روپے سے زائد تو نہیں) تو اب مذکورہ گواہوں کی موجودگی میں آپ ”اِیجاب“ کیجئے یعنی عورت سے کہئے: ”میں نے پچاس ہزار روپے مہَر کے بدلے آپ سے نکاح کیا۔“ عورت کہے: ”میں نے قبول کیا۔“ نکاح ہو گیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عورت ہی خُطبہ یا سورۂ فاتِحہ پڑھ کر ”اِیجاب“ کرے اور مَرد کہے: ”میں نے قبول کیا“، نکاح ہو گیا۔ بعدِ نکاح اگر عورت چاہے تو مَہر مُعاف بھی کر سکتی ہے۔ مگر مَرد بِلا حاجتِ شرعی عورت سے مَہر مُعاف کرنے کا سوال نہ کرے۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب ص ۶۲۲۔۶۲۳)

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کا بیان

درود شریف کی فضیلت

فَرمانِ مُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جو مجھ پر ایک دن میں ایک ہزار بار دُرُودِ پاک پڑھے گا وہ اُس وقت تک نہیں مرے گا جب تک جنت میں اپنا مقام نہ دیکھ لے۔

(اَلتَّرغِیب فی فضائل الاعمال لابن شاھین ص ۱۴۴ حدیث ۱۹)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سوال: صحابی کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس نے ایمان کی حالت میں نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا ہو اور ایمان ہی کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو اس بزرگ ہستی کو صحابی کہتے ہیں۔

(القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص ۹۷)

سوال: کیا کوئی مسلمان عبادت و ریاضت کرکے کسی صحابی کے مَرتبے کو پہنچ سکتا ہے؟

جواب: کوئی ولی، کوئی غوث، کوئی قُطب چاہے کتنی ہی عبادت کرلے، مرتبہ میں کسی صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا، پس پتا چلا کہ جب کوئی صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا تو نبی کے برابر کیسے ہو سکتا ہے۔ (القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص ۹۷)

سوال: صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے بارے میں ایک مسلمان کو کیسا عقیدہ رکھنا چاہئے؟

جواب: حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تمام صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ مُتّقی و پرہیز گار اور عادل ہیں ان کا جب ذکر کیا جائے اَدب، محبت اور توقیر کے ساتھ

کرنا فرض ہے، تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ جنّتی ہیں، وہ جہنم کی بِھنک نہ سنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانتی مُرادوں میں رہیں گے، محشر کی وہ بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی، روزِ محشر فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔("المسامرۃ"، ص ۳۱۳)(بہارِ شریعت ج۱، ص ۲۵۴)

سوال: کسی صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں زبان درازی کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: کسی صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بدعقیدگی یا کسی کی شان میں بدگوئی کرنا انتہائی درجہ کی بدنصیبی اور گمراہی ہے۔ وہ فِرقہ نہایت بدبخت اور بددین ہے جو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ پر لَعن طَعن یعنی بُرا بھلا کہنے کو اپنا مذہب بنائے ان کی دشمنی کو ثواب کا ذریعہ سمجھے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کی بڑی شان ہے، ان کی تکلیف سے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایذا ہوتی ہے۔(القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص ۱۰۱)

کسی صحابی کے ساتھ سوءِ عقیدت بدمذہبی و گمراہی و استحقاقِ جہنم ہے، کہ وہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بغض ہے، ایسا شخص رافضی ہے، اگرچہ چاروں خلفا کو مانے اور اپنے آپ کو سُنّی کہے، مثلاً حضرت امیر معاویہ اور اُن کے والدِ ماجد حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ، اسی طرح حضرت سیّدنا عَمرو بن عاص، و حضرت مغیرہ بن شعبہ، وحضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حتّٰی کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے قبلِ اسلام حضرت سیّدنا سید الشہدا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور بعدِ اسلام اَخبث الناس خبیث مُسَیْلِمَہ کذّاب ملعون کو واصلِ جہنم کیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے: کہ میں نے خَیْرُ النَّاس وشَرُّ النَّاس کو قتل کیا، اِن میں سے کسی کی شان میں گستاخی، تبرّا(یعنی نفرت کا

اظہار کرنا) ہے اور اِس کا قائل رافضی، اگرچہ حضراتِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہو سکتی، کہ ان کی توہین، بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔("الدر المختار"، کتاب الجہاد، باب المرتد، ج۶، ص۳۶۲)(بہار شریعت ج۱، ص۲۵۳)

سوال: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو آپسی اختلافات ہوئے ان میں پڑنا کیسا ہے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے باہم (یعنی آپس میں) جو واقعات ہوئے، ان میں پڑنا حرام، حرام، سخت حرام ہے، مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ سب حضرات آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں۔(بہار شریعت ج۱، ص۲۵۴)

سوال: صحابۂ کرام کی لغزشوں پر ان کی پکڑ کرنا کیسا ہے؟

جواب: صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، انبیا نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ ان میں بعض کے لئے لغزشیں ہوئیں، مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ اللہ عزوجل نے "سورہ حدید" میں جہاں صحابۂ کرام کی دو قسمیں فرمائیں، (۱)۔۔۔مؤمنین قبلِ فتحِ مکہ اور (۲)۔۔۔مؤمنین بعدِ فتحِ مکہ اور اُن کو (یعنی مکہ فتح ہونے سے پہلے ایمان لانے والوں کو) اِن پر (یعنی مکہ فتح ہونے کے بعد ایمان لانے والوں پر) فضیلت دی اور فرمادیا: "وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" ترجمہ: "سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرما لیا۔" اور ساتھ ہی ارشاد فرمادیا: "وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ" (پ۲۷، الحدید: ۱۰) ترجمہ: "اللہ خوب جانتا ہے، جو کچھ تم کروگے۔" تو جب اُس نے اُن کے تمام اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ ان سب سے ہم جنتِ بے عذاب و کرامت و ثواب کا وعدہ فرما چکے تو اب دوسرے کو کیا حق رہا کہ اُن کی کسی

بات پر طعن کرے...؟! کیا طعن کرنے والا اللہ عزوجل سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔("الفتاوی الرضویۃ"،ج۲۹،ص۱۰۰۔۱۰۱،۲۶۴،۳۳۶،۳۶۱۔۳۶۳)

سوال: حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہلسنّت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ اہلِ حق، اہلِ خیر اور عادل ہیں اور حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابی ہیں صحیح بخاری میں ہے کہ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق شکایت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:"دَعْهُ فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ و الہ و سلم "ترجمہ: انہیں کچھ نہ کہہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابی ہیں۔

(صحیح بخاری باب ذکر معاویہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۳۱)

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوّل ملوکِ اسلام (یعنی اسلام کے پہلے بادشاہ) ہیں، اسی کی طرف توراتِ مقدّس میں اشارہ ہے کہ:" مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَمُهَاجَرُهٗ بِطَيْبَةَ وَمُلْكُهٗ بِالشَّامِ "ترجمہ: "وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ کو ہجرت فرمائیں گے اور ان کی سلطنت ملکِ شام میں ہو گی۔" اور ملکِ شام میں بادشاہت حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تھی۔("المستدرک"،کتاب تواریخ المتقدمین من الأنبیاء والمرسلین،الحدیث:۴۳۰۰،ج۳،ص۵۲۶)

لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سلطنت ہے۔ سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک فوجِ جرّار جاں نثار کے ساتھ عین میدان میں بالقصد وبالاختیار ہتھیار رکھ دیئے اور خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کر دی اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمالی اور اس صُلح کو حضورِ اقدس صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور اس کی بشارت دی کہ امام حسن کی نسبت فرمایا: "إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ" ترجمہ: "میرا یہ بیٹا سیّد ہے، میں امید فرماتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہِ اسلام میں صلح کرا دے۔" تو امیرِ معاویہ پر معاذ اللہ فِسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقۃً حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، بلکہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بلکہ حضرت عزّت جلّ وعلا پر طعن کرتا ہے۔

("صحیح البخاري"، کتاب الصلح، باب قول النبیصلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علي رضی اللہ عنہما: إنّ ابني ھذا، الحدیث: ۲۷۰۴، ج۲، ص۲۱۴.)

سوال: کیا حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد صحابی ہیں؟

جواب: جی ہاں! امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے، اُن کا مجتہد ہونا حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیثِ "صحیح بخاری" میں بیان فرمایا ہے۔

("صحیح البخاري"، کتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، باب ذکر معاویۃ رضي اللہ تعالیٰ عنہ، الحدیث: ۳۷۶۵، ج۲، ص۵۰۵.)

سوال: حضرتِ علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو اختلاف ہوا اس کے بارے میں اہلسنّت کا کیا نظریہ ہے؟

جواب: حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور مجتہد سے صواب و خطا (یعنی صحیح اور غلط) دونوں صادر ہوتے ہیں۔ مگر مجتہد کی خطا پر عند اللہ پکڑ نہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیّدنا امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے اختلاف اسی قسم کا تھا (یعنی خطائے اجتہادی) اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ڈِگری (یعنی تائید وسندِ حق) اور امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی مغفرت۔ (بہار شریعت ج۱، ص۲۵۵۔۲۵۶)

سوال: خطا کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

جواب: خطا کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔۔۔خطائے عنادی: یہ مجتہد کی شان نہیں۔

(۲)۔۔۔خطائے اجتہادی: یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اِس میں اُس پر عند اللہ اصلاً مؤاخذہ نہیں۔ مگر احکامِ دنیا میں اس کی دو قسمیں ہیں: (۱)۔۔۔خطائے مقرر: اس کے صاحب پر انکار نہ ہو گا، یہ وہ خطائے اجتہادی ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ نہ پیدا ہوتا ہو، جیسے ہمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنا اور امامِ شافعی رضی اللہ عنہ کے یہاں پڑھنا۔ (۲)۔۔۔خطائے منکَر: یہ وہ خطائے اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائے گا، کہ اس کی خطا باعثِ فتنہ ہے۔ (بہار شریعت ج۱، ص۲۵۶)

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام آئے تو حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ نہ کہا جائے، ایسا کہنا کیسا ہے؟

جواب: یہ جو بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ جب حضرت مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا جائے تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ کہا جائے، محض باطل و بے اصل ہے۔ علمائے کرام نے صحابہ کے اسمائے طیبہ کے ساتھ مطلقاً "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنے کا حکم دیا ہے۔ ("نسیم الریاض"، القسم الثانی فیما یجب علی الانام من حقوقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج۵، ص۹۳)

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ: "امیر معاویہ کا ذکر اچھے الفاظ کے ساتھ کرنا آجکل کے مولویوں کی ایجاد ہے پہلے ایسے نہیں ہوتا تھا" ایسا کہنا کیسا ہے؟

جواب: بعض لوگوں کا ایسا کہنا صحیح نہیں ہے، یہ بتائیں کہ احادیث کی کتابیں مثلاً صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع الترمذی، سننِ ابو داؤد، سننِ نسائی، ابنِ ماجہ وغیرہ اس زمانے کی لکھی ہوئی ہیں یا پرانے زمانے کی؟ بلکہ حدیث کی کتاب ''مؤطا امام مالک'' امامِ مالک رضی اللہ عنہ کی لکھی ہوئی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ تابعین میں سے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۷۹ سنہ ہجری میں ہوئی۔ ان تمام کتابوں میں حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث اور آپ کے فضائل و کمالات درج کئے گئے ہیں، یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کے مجتہد ہونے کی حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے۔ پس اگر بعض لوگوں کا کہنا صحیح ہوتا تو ان احادیث کی کتابوں میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر نہ لکھا جاتا۔ اللہ پاک بعض لوگوں کو سمجھنے کے لئے عقلِ سلیم عطا فرمائے اور ہم سب کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فیضان سے مالامال فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم المرسلین عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَ التَّسْلِیْم۔

خلفائے راشدین کا بیان

درود شریف کی فضیلت

فَرمانِ مُصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جس نے دن اور رات میں میری طرف شوق ومحبت کی وجہ سے تین تین مرتبہ دُرُودِ پاک پڑھا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر حق ہے کہ وہ اُس کے اُس دن اور اُس رات کے گناہ بخش دے۔

(مُعجم کبیر ج۱۸ص۳۶۲حدیث۹۲۸)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سوال: امامت کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

جواب: امامت کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔۔۔امامتِ صُغریٰ: اس سے مراد نماز کی امامت ہے جس کا بیان کتاب الصلوۃ میں آگے آرہا ہے۔

(۲)۔۔۔امامتِ کُبریٰ: اس سے مراد حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نیابتِ مُطلَقہ ہے جو کہ مسلمانوں کے تمام دینی ودنیوی اُمور میں شریعت کے مطابق تصرُّفِ عام کا اختیار رکھے جیسے خلفائے راشدین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی خلافت۔ اور غیرِ معصیت میں اُس خلیفہ کی اطاعت، تمام جہان کے مسلمانوں پر فرض ہو۔("المقاصد"،الفصل الرابع في الإمامۃ،ج۳،ص۴۹۶)

سوال: خلفائے راشدین سے کیا مراد ہے؟ اور خلافتِ راشدہ کتنے عرصہ رہی؟

جواب: حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد خلیفۂ بَرحَق حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پھر حضرت عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پھر حضرت

عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پھر حضرت علیُّ المرتضیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پھر چھ ماہ کے لئے حضرت امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خلیفہ ہوئے ان حضرات کو خلفائے راشدین اور انہی کی خلافت کو ''خلافتِ راشدہ'' کہتے ہیں۔(بہارِ شریعت ج۱،ص۲۴۱)

منہاجِ نبوت(یعنی نبوت کے طریقے) پر خلافتِ حقہ راشدہ تیس سال رہی، کہ سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھ مہینے پر ختم ہوگئی، اوراس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت دوبرس تین ماہ، حضرت عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت دس سال چھ ماہ، حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت بارہ سال اور حصرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی خلافت چار سال نو ماہ اور حضرت امام حسن رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت چھ ماہ ہوئی۔(خازن، النور، تحت الآیۃ:۵۵، ۳/۳۶۱)

پھر امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت خلافتِ راشدہ ہوئی اور آخر زمانہ میں حضرت سیّدنا امام مَہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔("مرقاۃ المفاتیح"، ص۶۵)

سوال: ایک امام میں کِن کِن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟

جواب: امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ ظاہر ہو، امام قریشی، مسلمان، مرد، آزاد، عاقل، بالغ اور اپنی رائے، تدبیر اور شوکت و قوّت سے مسلمانوں کے اُمور میں تَصَرُّف یعنی تبدیلی کر سکتا ہو یعنی صاحبِ سیاست ہو۔ اپنے علم، عدل اور شُجاعت و بہادری سے احکام نافذ کرنے اور دارُ الاسلام کی سرحدوں کی حفاظت اور ظالم و مظلوم کے انصاف پر قادر ہو۔

(بہارِ شریعت ج۱، ص۲۳۷)

سوال: ان خلفائے راشدین میں سب سے افضل کون ہیں؟

جواب: انبیاء و مُرسَلین کے بعد تمام مخلوقات سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پھر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پھر حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پھر حضرت علیُّ المرتضٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ ان حضرات کے فضائل کتبِ احادیث میں مسطور (یعنی لکھے ہوئے) اور ان کے شمائل علما کی زبانوں پر مشہور ہیں۔ نیز یہ ترتیب رافضیوں کی رد ہے کہ وہ حضرتِ علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو شیخین (یعنی حضرتِ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما) سے افضل جانتے ہیں۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۲۴۱)

خلفائے اربعہ راشدین کے بعد بقیہ عشرہ مبشَّرہ و حضرات حسنین (یعنی امامِ حسن و حسین) و اصحابِ بدر و اصحابِ بیعۃ الرضوان کے لئے افضلیت ہے، اور یہ سب قطعی جنتی ہیں۔
("شرح المسلم "للنووي، کتاب فضائل الصحابۃ، ص۲۷۲)

سوال: افضلیت سے کیا مراد ہے؟

جواب: افضلیت سے مراد "اللہ تَعَالٰی کے یہاں زیادہ عزت و منزلت والا ہونا ہے"، اور اسی کو کثرتِ ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں، اور ان حضرات کی خلافت بر ترتیبِ فضیلت ہے یعنی جو عند اللہ (یعنی اللہ کے یہاں) افضل و اعلی و اکرم تھا وہی پہلے خلافت پاتا گیا، نہ کہ افضلیت بر ترتیبِ خلافت (یعنی ایسا نہیں ہے کہ جو خلیفہ بنتا گیا وہ افضل ہوتا گیا۔ (بہار شریعت جلد ا ص۲۴۷)

سوال: اگر کوئی کہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یا حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے حضرت علیُّ المرتضٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ افضل ہیں تو اس کے بارے میں کیا کہیں گے؟

جواب: جو شخص مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو صدیق یا فاروق رضی اللہ

تعالیٰ عنہما سے افضل بتائے، گمراہ بدمذہب ہے۔ ("الفتاوی البزازیہ"، کتاب السیر، نوع فیما یتصل بہ، ج۶، ص۳۱۹)

سوال: صحابہ میں شیخین اور ختنین کن صحابہ کو کہتے ہیں؟

جواب: صحابہ میں شیخین "حضرتِ ابو بکر صدیق اور حضرتِ عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما" کو کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں حضرات تمام صحابہ میں بزرگ ہیں اور ختنین "حضرتِ عثمانِ غنی اور حضرتِ علی المرتضی رضی اللہ عنہما" کو کہتے ہیں اس لئے کہ ختنین کا معنی "داماد" ہے اور یہ دونوں حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے داماد ہیں۔

اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کا بیان

درود شریف کی فضیلت

فرمانِ مُصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تم جہاں بھی ہو مجھ پر دُرُود پڑھو کہ تمہارا دُرُود مجھ تک پہنچتا ہے۔

(مُعْجَم کبیر ج ۳ ص ۸۲ حدیث ۲۷۲۹)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سوال: اہلِ بیت سے مراد کون حضرات ہیں؟

جواب: جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ السلام کے نزدیک اہلِ بیت سے مراد اُمّہاتُ المؤمنین، حضرت علی، حضرتِ فاطمہ اور حسنین کریمین بلکہ تمام بنو ہاشم ہیں۔ (سوانح کربلا ص ۸۲)

سوال: اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سے محبت کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم مُقْتَدَایانِ اہلِ سنّت (یعنی اہلسنت کے امام) ہیں، جو اِن سے محبت نہ رکھے، مردود و ملعون خارجی ہے۔ (بہارِ شریعت ج ۱، ص ۲۶۲) اہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے محبت کرنے کے بارے میں حدیث درج ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔ حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہ تَعالٰی عَنْہُما سے مروی ہے کہ جب نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مدینۂ طیّبہ میں رونق اَفروز ہوئے اور اَنصار نے دیکھا کہ حُضُورِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ السَّلام کے ذِمّہ مَصارِف بہت ہیں اور مال کچھ بھی نہیں ہے تو اُنہوں نے آپس میں مَشْوَرہ کیا اور حُضُور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حُقُوق و اِحسانات یاد کر کے حُضُور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدْمَت میں پیش کرنے کے لئے بہت سا مال جمع کیا

اور اس کو لے کر خِدمتِ اَقدس میں حاضِر ہوئے اور عرض کی: ”حُضُور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بدولت ہمیں ہدایت ہوئی، ہم نے گمراہی سے نَجات پائی، ہم دیکھتے ہیں، کہ حُضُور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَصارِف بہت زِیادہ ہیں، اس لئے ہم یہ مال آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدْمَت میں نذر کرنے کے لئے لائے ہیں، قَبول فرما کر ہماری عِزّت اَفزائی کی جائے، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازِل ہوئی:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى (پ۲۵، الشوریٰ:۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ: میں اس پر (یعنی تبلیغِ رسالت اور ارشاد وہدایت) پر تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبّت (یعنی تم پر میرے اہلِ بیت کی محبت لازم ہے)۔

گویا انہیں یہ باور کرادیا گیا کہ اس تبلیغ واِشاعتِ دین پر اگر تم سے کچھ مطلوب ہے تو محض یہ کہ میرے اَہلِ بیت کی مَحبَّت کو لازِم کرلو اوران کا عِشق اپنے دل میں بسا کر ان کے دامنِ کرم سے وابستہ ہو جاؤ۔ (خزائن العرفان پ۲۵، الشوریٰ:۲۳)

(۲)۔۔۔ امیرُ الْمُؤمنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے کہ نبیِّ کریم، رءُوْفٌ رّحیم عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیم کا فرمانِ دلنشین ہے: ”اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ “یعنی اپنے بچوں کو تین چیزیں سکھاؤ ”حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَحُبِّ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَقِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ “(۱)۔۔۔اپنے نبی کی مَحبَّت۔ (۲)۔۔۔ اَہل بیت کی مَحبَّت۔ (۳)۔۔۔اور قرآنِ پاک پڑھنا۔ (الصواعق المحرقۃ، المقصد الثانی فیما تضمنتہ تلک الآیۃ من طلب محبۃ آلہ، ص۱۷۲)

سوال: ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہن میں سے کون افضل ہے؟ اس کے بارے میں اہلسنّت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ، و ام المؤمنین عائشہ صدیقہ، اور حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہنّ کے بارے میں اہلسنّت کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ سب قطعی جنتی ہیں اور انہیں اور بقیہ بَناتِ مکرّمات و ازواجِ مطہّرات رضی اللہ تعالیٰ عنہنّ کو تمام صحابیات پر فضیلت ہے۔ اور رہی یہ بات کہ ان تینوں میں کون افضل ہے؟ اس کے بارے میں سکوت ہے۔

("الجامع الصغیر"، ص ۲۸۳، الحدیث: ۴۶۰۷)

سوال: امہات المؤمنین کن کا لقب ہے؟

جواب: ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کا لقب امہات المؤمنین (یعنی مؤمنین کی مائیں) ہے۔

سوال: امہات المؤمنین کی تعداد کتنی ہے؟ اور ان کے نام کیا ہیں؟

جواب: امہات المؤمنین (یعنی مؤمنین کی مائیں) کی تعداد گیارہ ہے اور ان کے نام یہ ہیں:

(1)۔۔۔ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا خدیجہ بنت خویلد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا (2)۔۔۔ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا سودہ بنت زمعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا (3)۔۔۔ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ بنت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا (4)۔۔۔ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا حفصہ بنت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا (5)۔۔۔ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ بنت ابو اُمیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا (6)۔۔۔ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا ام حبیبہ بنت ابو سفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا (7)۔۔۔ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا زینب بنت جَحْش رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا (8)۔۔۔ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا زینب بنت خزیمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا (9)۔۔۔ام

المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا میمونہ بنت حارث ہلالیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا(10)۔۔۔ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا جویریہ بنت حارث خزاعیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا(11)۔۔۔ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا صفیہ بنت حُیَیّ بن اَخطب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا۔

(مواہب لدنیہ، المقصد الثانی، الفصل الثالث فی ذکر ازواجہ الطاہرات الخ،۱/۴۰۱)

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے شہزادے ہیں؟ اور ان کے نام کیا ہیں؟

جواب: رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تین شہزادے ہیں اور ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

(1)۔۔۔حضرت سَیِّدُنا قاسم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (2)۔۔۔حضرت سَیِّدُنا ابراہیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (3)۔۔۔حضرت سَیِّدُنا عبد للہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، انہی کا لقب طیب و طاہر ہے۔(مواہب لدنیہ، المقصد الثانی، الفصل الثانی فی ذکر اولادہ الکرم۔۔۔الخ،۱\۳۹۱)

حضرت قاسم اور حضرت عبد اللہ یہ دونوں شہزادے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہیں، اور حضرت ابراہیم، ان کی والدہ حضرت ماریہ خاتون ہیں۔

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کتنی صاحبزادیاں ہیں؟ اور ان کے نام کیا ہیں؟

جواب: رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چار شہزادیاں ہیں اور چاروں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہیں اور ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

(۱)۔۔۔حضرت زینب، جو حضرت قاسم سے چھوٹی اور باقی سب اولاد سے بڑی ہیں، ان کا نکاح مکہ ہی میں ابو العاص بن الربیع سے ہوا تھا جنہوں نے جنگ بدر کے بعد اسلام قبول

کیا۔(2)۔۔۔ حضرت رقیہ، یہ حضرت زینب سے چھوٹی ہیں۔(3)۔۔۔ حضرت ام کلثوم، یہ حضرت رقیہ سے چھوٹی ہیں، ان دونوں کا نکاح یک بعد دیگرے حضرت عثمان غنی سے ہوا۔ (4)۔۔۔ حضرت فاطمہ، یہ حضرت ام کلثوم سے چھوٹی ہیں، ان کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ سے ہوا۔(مواہب لدنیہ، المقصد الثانی، الفصل الثالث فی ذکر اولادہ الکرم۔۔۔الخ، ۱\۳۹۱)

ولایت کا بیان

درود شریف کی فضیلت

فرمانِ مُصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بے شک تمہارے نام مَع شناخت مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں، لہٰذا مجھ پر اَحسن (یعنی بہترین الفاظ میں) دُرودِ پاک پڑھو۔

(مُصَنَّفعَبْدالرَّزّاق ج ۲ ص ۱۴۰ حدیث ۳۱۱۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سوال: ولایت کیا ہے؟

جواب: ولایت ایک قربِ خاص ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے۔ (بہار شریعت ج۱، ص ۲۶۴)

سوال: کیا آدمی عبادت و ریاضت کر کے ولی بن سکتا ہے؟

جواب: ولایت وَہبی شے ہے (یعنی اللہ عزوجل کی طرف سے عطا کردہ اِنعام ہے)، نہ یہ کہ اَعمالِ شاقّہ (یعنی سخت مشکل اعمال) سے آدمی خود حاصل کرلے، البتہ غالباً اعمالِ حسنہ اِس عطیۂ اِلٰہی کے لئے ذریعہ ہوتے ہیں اور بعضوں کو ابتداءً مل جاتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۲۱، ص ۶۰۶)

سوال: کیا ولایت بے علم کو مل سکتی ہے؟

جواب: ولایت بے علم کو نہیں ملتی، بلکہ عالم کو ہی ملتی ہے خواہ علم بطورِ ظاہر حاصل کیا ہو، یا اس مرتبہ پر پہنچنے سے پیشتر (یعنی پہلے) اللہ عزوجل نے اس پر علوم منکشف (یعنی کھول) کر دیئے ہوں۔ (فإنّ اللہ ما اتخذ ولیاً جاھلاً۔ ''الفتوحات المکیۃ''، ج۳، ص ۹۲)

سوال: سب سے افضل کس امت کے اولیاء ہیں؟

جواب: تمام اولیائے اوّلین و آخرین میں سے اولیائے محمدیّین (یعنی اِس اُمّت کے اولیاء) افضل ہیں۔ (''الیواقیت والجواہر''، المبحث السابع والاَربعون، الجزء الثانی، ص ۳۴۸)

سوال: اس امت میں سب سے افضل کون سے اولیاء ہیں؟

جواب: تمام اولیائے محمدیّین میں سب سے زیادہ معرفت و قربِ الٰہی میں خلفائے اَربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اور اُن میں ترتیب وہی ہے جو افضلیت کی ترتیب ہے، سب سے زیادہ معرفت و قرب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو ہے، پھر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو، پھر ذو النورَین، عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو، پھر مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ہے۔

(''المعتمد المستند''، حاشیۃ نمبر: ۳۱۶، ص ۱۹۱)

سوال: کیا شریعت اور طریقت الگ الگ چیز ہیں؟

جواب: نہیں! طریقت منافی شریعت نہیں یعنی طریقت، شریعت کے خلاف نہیں ہے وہ شریعت ہی کا باطنی حصہ ہے، بعض جاہل مُتصوِّف جو یہ کہہ دیا کرتے ہیں: کہ طریقت اور ہے شریعت اور، محض گمراہی ہے اور اس زُعمِ باطل کے باعث اپنے آپ کو شریعت سے آزاد سمجھنا صریح کفر والحاد (یعنی لادینیت) ہے۔ (''عوارف المعارف''، ص ۱۲۸، ۵۲)

اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رسالت، مجددِ دین وملت، مولانا الشاہ، امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن "فتاوی رضویہ" میں فرماتے ہیں: "شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت میں باہم اصلاً کوئی اختلاف نہیں اس کا مدعی اگر بے سمجھے کہے تو نِرا جاہل ہے اور سمجھ کر کہے تو گمراہ، بددین۔ شریعت، حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال ہیں، اور

طریقت، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال، اور حقیقت، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے احوال، اور معرفت، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علوم بے مثال۔ ("فتاویٰ رضویہ"، ج۲۱، ص۴۶۰)

سوال: کیا کوئی ولی شریعت کی پابندی سے آزاد ہو سکتا ہے؟

جواب: اَحکامِ شرعیّہ کی پابندی سے کوئی ولی کیسا ہی عظیم ہو، سُبکدوش (یعنی آزاد) نہیں ہو سکتا۔ بعض جاہل لوگ جو یہ بک دیتے ہیں کہ شریعت راستہ ہے، راستہ کی حاجت اُن کو ہے جو مقصود تک نہ پہنچے ہوں، ہم تو پہنچ گئے۔ سیّد الطائفہ حضرت جُنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسوں کے بارے میں فرمایا: "صَدَقُوا لَقَدْ وَصَلُوا وَلٰكِنْ إِلٰى أَيْنَ؟ إِلَى النَّارِ" ترجمہ: "وہ سچ کہتے ہیں (کہ ہم پہنچ چکے)، بیشک وہ پہنچے، مگر کہاں؟ جہنم کو۔"

("الیواقیت والجواھر"، المبحث السادس والعشرون، ص۲۰۶)

سوال: کیا مجذوب کے لئے بھی شریعت کی پابندی ضروری ہے؟

جواب: اگر مجذوبیت (یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت میں غرق ہونے) سے عقلِ تکلیفی زائل ہو گئی ہو، جیسے غشی والا تو اس سے قلمِ شریعت اُٹھ جائے گا مگر یہ بھی سمجھ لو! جو اس قسم کا ہو گا، اُس کی ایسی باتیں کبھی نہ ہوں گی، شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کرے گا۔ ("ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت بریلوی"، حصّہ دوم، ص۲۴۰) ولی ان جاہلوں کی طرح ہرگز نہیں کہے گا کہ میں شریعت کی پابندی سے آزاد ہوں، میں پہنچ گیا ہوں، کیونکہ اولیائے کرام تو عاجزی والے ہوتے ہیں وہ تو اپنا ولی ہونا ایسے ہی چھپاتے ہیں جیسے کنواری لڑکی اپنے آپ کو چھپاتی ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کو طاقت بھی عطا فرمائی ہے؟

جواب: جی ہاں! اولیائے کرام کو اللہ عزوجل نے بہت بڑی طاقت دی ہے، ان میں جو اصحابِ خدمت ہیں، اُن کو تصرّف کا اختیار دیا جاتا ہے، سیاہ، سفید کے مختار بنا دیئے جاتے ہیں، یہ حضرات نبیٔ مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے نائب ہیں، ان کو اختیارات و تصرفات حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نیابت میں ملتے ہیں۔

("الیواقیت والجواہر"، المبحث السابع والأربعون، الجزء الثاني، ص۳۴۸۔۳۴۹)

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی "تفسیر عزیزی" میں زیر آیہ کریمہ (وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ) لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے بعض خاص اولیاء ہیں جن کو بندوں کی تربیتِ کاملہ اور راہنمائی کے لئے ذریعہ بنایا گیا ہے، انہیں اس حالت میں بھی دنیا کے اندر تصرف کی طاقت واختیار دیا گیا ہے اور کامل وسعتِ مدارک کی وجہ سے ان کا استغراق اس طرف متوجہ ہونے سے مانع نہیں ہوتا، صوفیائے اویسیہ باطنی کمالات ان اولیاء اللہ سے حاصل کرتے ہیں اور غرض مند و محتاج لوگ اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے اور پاتے ہیں۔

("فتح العزیز" (تفسیر عزیزی)، تحت الآیۃ: وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ، ص۲۰۶، بحوالہ "فتاوی رضویہ" ج۲۹، ص۱۰۳۔۱۰۴)

سوال: دنیا کا نظام کتنے اولیائے کرام چلاتے ہیں؟

جواب: میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری زِیْدَ مَجْدُہٗ وَ شَرَفُہٗ وَ عِلْمُہٗ وَ عَمَلُہٗ اپنی مایہ ناز تصنیف فیضانِ سنت جلد اول کے بابِ آدابِ طعام کے صفحہ نمبر ۴۳۱۔ تا ۴۳۲ پر لکھتے ہیں: حضرتِ سیِّدُنا ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ مدینہ منوّرہ سردارِ مکّہ مکرّمہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، "اللہ تعالیٰ کے تین سو بندے رُوئے زمین پر ایسے ہیں کہ ان کے دل حضرت سیِّدُنا

آدم صَفِیُّ اللہ عَلٰی نَبِیِّناوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے قلبِ اطہر پر ہیں۔ اور چالیس کے دل حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے قلبِ اطہر پر ہیں۔ اور سات کے دل حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے قلبِ اطہر پر ہیں اور پانچ کے دل حضرتِ سیِّدُنا جبرائیل عَلٰی نَبِیِّناوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے قلبِ اطہر پر ہیں۔ اور تین کے دل حضرتِ سیِّدُنا میکائیل عَلٰی نَبِیِّناوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے قلبِ اطہر پر ہیں۔ ایک ان میں ایسا ہے جس کا دل حضرتِ سیِّدُنا اسرافیل عَلٰی نَبِیِّناوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے قلبِ اطہر پر ہے۔ جب ان میں "ایک" وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ "تین" میں سے ایک کو مقرّر فرماتا ہے اور اگر "تین" میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ "پانچ" میں سے ایک کو اور اگر "پانچ" میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ "سات" میں سے ایک کو اور اگر ان "سات" میں کا کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ "چالیس" میں سے ایک کو اور اگر ان "چالیس" حضرات میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ "تین سو" میں سے ایک کو اور اگر ان "تین سو" میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ عام لوگوں میں سے کسی کو مقرّر فرماتا ہے۔ ان کے ذَرِیعے (یعنی وسیلے) سے زندگی اور موت ملتی، بارِش برستی، کھیتی اُگتی اور بلائیں دُور ہوتی ہیں۔ حضرتِ سیِّدُنا ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اِستفسار کیا گیا، "ان کے ذَرِیعے کیسے زندگی اور موت ملتی ہے؟" فرمایا، "وہ اللہ تعالیٰ سے اُمّت کی کثرت کا سُوال کرتے ہیں تو اُمّت کثیر ہو جاتی ہے اور ظالِموں کے لئے بددُعا کرتے ہیں تو اُن کی طاقت توڑ دی جاتی ہے، وہ دعا کرتے ہیں تو بارش برسائی جاتی، زمین لوگوں کے لئے کھیتی اُگاتی ہے، لوگوں سے مختلف قسم کی بلائیں ٹال دی جاتی ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء ج۱ ص ۴۰ حدیث ۱۶)

سوال: کیا اولیائے کرام پر علومِ غیبیہ منکشف ہوتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! عُلومِ غیبیہ ان پر منکشف ہوتے (یعنی کھلتے) ہیں، ان میں بہت کو مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن (یعنی جو کچھ ہوا اور ہونے والا ہے) اور تمام لوحِ محفوظ پر اطلاع دی جاتی ہے مگر یہ سب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطہ وعطا سے ہوتا ہے، بے وِساطتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی غیر نبی کسی غیب پر مُطَّلَع نہیں ہو سکتا۔ ("الفتاوی الرضویۃ"، ج۲۹، ص۴۷۲)

سوال: اولیائے کرام سے کس قسم کی کرامات صادر ہو سکتی ہیں؟

جواب: اولیائے کرام سے تمام خَوارقِ عادات (یعنی تمام خلافِ عادات باتیں یعنی کرامات)، ممکن ہیں مثلاً مُردہ زندہ کرنا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شِفا دینا، مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا، سوائے اس معجزہ کے جس کی بابت دوسروں کے لئے ممانعت ثابت ہو چکی ہے۔ جیسے قرآنِ مجید کے مثل کوئی سورت لے آنا یا دنیا کے اندر بیداری میں اللہ عزوجل کے دیدار یا کلامِ حقیقی سے مشرف ہونا، اِس کا جو اپنے یا کسی ولی کے لئے دعویٰ کرے، کافر ہے۔ اور کرامتِ اولیا حق ہے، اِس کا منکر گمراہ ہے۔

("مفتاح الروض الأزہر" للقاریؒ، ص۷۹)("رد المحتار"، کتاب النکاح، باب العدۃ، ج۵، ص۲۵۳)

سوال: اولیائے کرام سے استمداد یعنی مدد طلب کرنا کیسا ہے؟

جواب: اولیائے کرام سے اِستِمداد و اِستِعانت یعنی مدد طلب کرنا محبوب یعنی پسندیدہ ہے، یہ مدد مانگنے والے کی مدد فرماتے ہیں۔

("فتاوی رضویہ"، ج۲۱، ص۳۳۱-۳۳۲)("المدخل"، فصل في زیارۃ القبور، الجزء الأول، ج۱، ص۱۸۴)

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں :"اولیائے کرام سے مدد مانگنا شرک ہے کیونکہ مدد فرمانے والا اللہ تعالی ہے، اور اولیائے کرام سے مدد مانگنا ان کو خدا ماننا ہے" ایسا کہنا کیسا ہے؟

جواب: ایسا کہنا درست نہیں ہے، اور جو انہوں نے کہا کہ "اگر اولیائے کرام سے مدد مانگی تو گویا تم نے ان کو خدا مان لیا اور یہ شرک ہے" یہ ان کا فریب ہے، اور یہی دلیل دے کر وہابی فرقہ بھولے بھالے سنیوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں، مسلمان کبھی ایسا خیال نہیں کرتا کہ اولیائے کرام اللہ ہیں، مسلمان کے فعل کو خواہ مخواہ قبیح صورت پر ڈھالنا وہابیت کا خاصہ ہے۔ اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری مسلمان کے لئے سعادت و باعثِ برکت ہے۔ اِن کو دُور و نزدیک سے پکارنا سلفِ صالح کا طریقہ ہے۔

("فتاوی رضویه"، ج۲۱، ص۳۳۱-۳۳۲)("المدخل"، فصل في زيارة القبور، الجزء الأول، ج۱، ص۱۸۴)

سوال: کیا اولیائے کرام اپنے اپنے مزارات میں زندہ ہوتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! اولیائے کرام اپنی قبروں میں حیاتِ اَبدی کے ساتھ زندہ ہیں، اِن کے عِلم وِادراک و سَمع و بَصر پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ قوی ہو جاتے ہیں۔("تفسیر روح البیان"، ج۳، ص۴۳۹) اعلی حضرت، عظیم المرتبت، مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن "فتاوی رضویۃ"، میں ارشاد فرماتے ہیں: "اہلسنت کے نزدیک انبیاء و شہداء علیہم التحیۃ والثناء اپنے ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ابدان لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے ہیں کہ وہ ان کو کھائے، اسی طرح شہداء و اولیاء علیہم الرحمۃ والثناء کے ابدان و کفن بھی قبور میں صحیح و سلامت رہتے ہیں وہ حضرات روزی و رزق دیئے جاتے ہیں۔("الفتاوی الرضویة"، ج۹، ص۴۳۱-۴۳۳)

سوال: اولیائے کرام کو ایصال ثواب کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: اِنہیں ایصالِ ثواب کرنا، نہایت مُوجبِ برکات و امرِ مستحب ہے، اِسے عُرفاً براہِ ادب نذر و نیاز کہتے ہیں، یہ نذرِ شرعی نہیں جیسے بادشاہ کو نذر دینا، اِن میں خصوصاً گیارہویں شریف کی فاتحہ نہایت عظیم برکت کی چیز ہے۔ عُرسِ اولیائے کرام یعنی قرآن خوانی، و فاتحہ خوانی، و نعت خوانی، و وعظ، و ایصالِ ثواب اچھی چیز ہے۔ رہے مَنہیاتِ شرعیہ (یعنی وہ افعال جو شرعاً منع ہیں جیسے ناچ، گانا، ڈھول بجانا، آجکل کی قوالیاں، عورتوں کا بے پردہ گھومنا وغیرہ) وہ تو ہر حالت میں مذموم (یعنی برے) ہیں اور مزاراتِ طیبہ کے پاس اور زیادہ مذموم۔

(بہارِ شریعت ج۱، ص۲۷۶۔۲۷۷)

سوال: پیر کس کو بنانا چاہئے؟

جواب: عموماً مسلمانوں کو بحمدہٖ تعالیٰ اولیائے کرام سے نیاز مندی اور مشائخ کے ساتھ اِنہیں ایک خاص عقیدت ہوتی ہے، اِن کے سلسلہ میں منسلک ہونے کو اپنے لئے فلاحِ دارَین تصوّر کرتے ہیں، اس وجہ سے زمانۂ حال کے فساق و فجار اور وہابیہ نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہ جال پھیلا رکھا ہے کہ پیری، مریدی بھی شروع کر دی، حالانکہ اولیا کے یہ منکر ہیں، لہٰذا جب مرید ہونا ہو تو اچھی طرح تفتیش کر لیں، ورنہ اگر پیر فاسق و فاجر یا بدمذہب ہوا تو ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۲۷۷)

پیر کے لئے چار شرطیں ہیں، قبل از بیعت اُن کا لحاظ فرض ہے:

(۱)۔۔۔ سنّی صحیح العقیدہ ہو۔ **(۲)۔۔۔** اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے۔ **(۳)۔۔۔** فاسق مُعلِن نہ ہو۔ **(۴)۔۔۔** اُس کا سلسلہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ ("الفتاوی الرضویۃ"، ج۲۱، ص۴۹۲، ۵۰۵، ۶۰۳)

مختلف عقائد کا بیان

درود شریف کی فضیلت

فرمانِ مُصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بے شک جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھے بِشارت دی: جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرُودِ پاک پڑھتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر رَحمت بھیجتا ہے اور جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر سلام پڑھتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر سلامتی بھیجتا ہے۔ (مُسندِ امام احمد بن حنبل ج۱ ص۴۰۷ حدیث ۱۶۶۴)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

آسمانی کتابیں

سوال: اللہ تعالیٰ نے کون کون سی کتابیں نازل فرمائیں؟

جواب: بہت سے نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اُتاریں، اُن میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں: (۱)۔۔۔ "تورات" حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔ (۲)۔۔۔ "زبور" حضرت داؤد علیہ السلام پر۔ (۳)۔۔۔ "اِنجیل" حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔ (۴)۔۔۔ "قرآنِ عظیم" جو کہ سب سے افضل کتاب ہے، سب سے افضل رسول حضور پُرنور احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر۔ ("تکمیل الإیمان"، ص۶۳)

سوال: قرآن عظیم کا باقی کتابوں سے افضل ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: کلامِ الٰہی میں بعض کا بعض سے افضل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے لئے اس میں ثواب زائد ہے، ورنہ اللہ عزوجل ایک، اُس کا کلام ایک، اُس میں افضل و مفضول کی گنجائش نہیں۔ ("تفسیر الخازن"، پ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۵)

سوال: تم نے کیسے جانا کہ قرآن خدا کی کتاب ہے؟

جواب: جیسے خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کی طرح کوئی چیز کسی سے نہیں بن سکتی ایسے ہی قرآن شریف کی طرح کوئی کتاب کسی سے نہیں بن سکی اس سے ہم نے جانا کہ وہ خدا کی کتاب ہے۔ آدمی کی ہوتی تو کوئی اور بھی ویسی ہی بنا سکتا۔ (کتاب العقائد ص ۲۲)

سوال: کیا قرآن کی تمام آیات فضیلت میں برابر ہیں؟

جواب: قرآن مجید جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر 23 سال کے عرصے میں نازل ہوا، اور جو مصحف میں لکھا ہوا ہے، اس کی تمام آیات کلام اللہ ہونے کے اعتبار سے فضیلت لفظیہ اور عظمت معنویہ میں برابر ہیں، چاہے وہ آیاتِ رحمت الٰہی، مدحِ اولیاء، غضبِ الٰہی، مذمتِ اعداء یا احکام پر دلالت کریں۔

مگر بعض آیات میں باعتبار مَبنی ذکر کی فضیلت اور باعتبار معنی مذکور کی فضیلت ہے، جیسے کہ آیۃ الکرسی، کہ اس میں اللہ کی ہیبت و جلالت اور اس کی ذات کی خاص صفات کا بیان ہے، پس ایک تو کلام اللہ ہونے اور دوسرے اس کی صفات کا بیان ہونے کے اعتبار سے دو فضیلتیں ہیں۔ اور رہیں وہ آیات جن میں کفار و فجار کے احوال مذکور ہیں، تو ان میں صرف ایک ہی فضیلت ہے اور وہ کلام اللہ ہونے کی ہے، اور مذکور کے اعتبار سے کوئی فضیلت نہیں کیونکہ کفار و فجار جن کا ذکر ہوا ہے ان میں کوئی فضیلت و عظمت نہیں، جیسے کہ پارہ 30 میں موجود سورہ لہب وغیرہ۔ (القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص ۱۵۳)

معجزہ اور کرامت

سوال: معجزہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ عجیب و غریب کام جو عام طور پر یعنی عادۃً ناممکن ہو، ایسی باتیں اگر نبوّت کا دعویٰ کرنے والے سے اس کی تائید میں ظاہر ہوں تو ان کو "معجزہ" کہتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کے عصا کا اژدھا بن جانا، حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کا میلوں دور سے چیونٹی کی آواز سن لینا، حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کے ہاتھ میں لوہے کا موم کی طرح نرم ہو جانا، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کا مُردوں کو زندہ کرنا، ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لوٹانا، چاند کے دو ٹکڑے کرنا وغیرہ۔

(ہمارا اسلام، معجزے اور کرامتیں، حصہ ۳، ص ۱۱۹)

سوال: ارہاص کسے کہتے ہیں؟

جواب: حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے قبل اعلان نبوت جو خلافِ عادت اور عقل کو حیرت میں ڈالنے والے واقعات صادر ہوتے ہیں ان کو شریعت کی اصطلاح میں "ارہاص" کہتے ہیں۔ (سیرتِ مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ص ۶۷)

سوال: کرامت کسے کہتے ہیں؟

جواب: اولیاء اللہ سے جو بات خلافِ عادت ظاہر ہو اسے "کرامت" کہتے ہیں۔

(بنیادی عقائد اور معمولاتِ اہلِ سنّت ص ۸۱)

سوال: عام مؤمنین اور کافرین سے خرقِ عادت صادر ہونے والی چیز کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: اگر عام مؤمنین سے خرقِ عادت چیزوں کا ظہور ہو تو اس کو "معونت" کہتے ہیں اور کسی بے باک فاجر و کافر سے کبھی اس کی خواہش کے مطابق اس قسم کی چیز ظاہر ہو جائے

تو اس کو "اِستدراج"(یعنی دھوکہ) کہا جاتا ہے۔ اور جو ان کے خلاف ظاہر ہو تو اسے اہانت کہتے ہیں۔(النبراس شرح شرح العقائد، اقسام الخوارق سبعۃ، ص ۲۷۲)

سوال: انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو معجزات کیوں عطا کئے جاتے ہیں؟

جواب: معجزات، انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوّت کی دلیل ہیں۔ معجزات دیکھ کر آدمی کا دل نبی کی سچائی کا یقین کر لیتا ہے کہ جس کے ہاتھ سے قُدرت کی ایسی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں جن کے آگے سب لوگ عاجز و حیران ہیں ضرور وہ خُدا کا بھیجا ہوا ہے چاہے ضِدّی دُشمن نہ مانے مگر دل یقین کر ہی لیتا ہے اور عقل والے ایمان لے آتے ہیں۔(کتاب العقائد ص ۱۹)

فرشتے

سوال: فرشتے کیا ہیں؟

جواب: فرشتے اجسامِ نوری ہیں، اللہ تَعَالٰی نے اُن کو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں،("مخ الروض الأزہر"، ص ۱۲) کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں۔("الحبائک فیأخبار الملائک" للسیوطي، ص ۴)

وہ وہی کرتے ہیں جو حکمِ الٰہی ہے، خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے، نہ قصداً، نہ سہواً، نہ خطاً، وہ اللہ عزوجل کے معصوم بندے ہیں، ہر قسم کے صغائر و کبائر سے پاک ہیں۔("تفسیر الکبیر"، پ ۱، البقرۃ، ج ۱، ص ۳۸۹، تحت الآیۃ: ۳۰) فرشتے نہ مرد ہیں، نہ عورت۔("شرح المقاصد"، المبحث السابع الملائکۃ، ج ۳، ص ۳۱۸) اُن کو قدیم ماننا یا خالق جاننا کفر ہے۔

سوال: فرشتوں کی تعداد کتنی ہے؟ نیز سب سے افضل فرشتے کون سے ہیں؟

جواب: ان کی تعداد وہی جانے جس نے ان کو پیدا کیا(پ۲۹،المدثر:۳۱)اور اُس کے بتائے سے اُس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ چار فرشتے سب فرشتوں سے افضل ہیں، ان کے نام یہ ہیں: جبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام اور یہ سب ملائکہ پر فضیلت رکھتے ہیں۔
("التفسیر الکبیر"،البقرۃ:تحت الآیۃ:۳۰،ج۱،ص۳۸۶)

جنات

سوال: جنات کیا ہیں؟ اور ان کے وجود کا انکار کرنا کیسا؟

جواب: یہ آگ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اِن میں بھی بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں، اِن کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں، اِن کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں، یہ سب انسان کی طرح ذی عقل اور ارواح و اجسام والے ہیں، اِن میں توالد و تناسل ہوتا ہے، کھاتے، پیتے، جیتے، مرتے ہیں۔ اِن میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی، مگر اِن کے کفّار انسان کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں، اور اِن میں کے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی، سُنّی بھی ہیں، بد مذہب بھی، اور اِن میں فاسقوں کی تعداد بہ نسبت انسان کے زائد ہے۔ اِن کے وجود کا انکار یا بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے۔(بہار شریعت ج۱،ص۹۶۔۹۷)

موت اور عالمِ برزخ

سوال: موت کسے کہتے ہیں؟

جواب: موت کے معنی روح کا جسم سے جدا ہو جانا ہے، نہ یہ کہ روح مر جاتی ہو، جو روح کو فنا مانے، بد مذہب ہے۔("شرح الصدور"، باب فضل الموت، ص۱۲)

سوال: کیا قبر میں سوالات ہوں گے؟ اور قبر سے مراد کیا ہے؟

جواب: قبر میں منکر نکیر کا مُردے سے سوالات کرنا حق ہے، اور قبر سے مراد مُردے کا ٹھکانا ہے، اب وہ ٹھکانا قبر ہو یا کوئی اور جگہ، حدیث میں آیا کہ: منکر نکیر تین سوال کریں گے: (۱)۔۔۔مَنْ رَبُّكَ (۲)۔۔۔مَا دِيْنُكَ (۳)۔۔۔مَنْ نَبِيُّكَ۔("الحديقة الندية"، ص۳۰۳)

سوال: قبر میں اعادۂ روح سے کیا مراد ہے؟

جواب: قبر میں اعادۂ روح سے مراد یا تو بعینہ روح کو جسم میں لوٹا دینا ہے، یا روح کا جسم کے ساتھ تعلق کو برقرار رکھنا ہے، اور دوسرا قول زیادہ درست ہے، جیسے کہ بہار شریعت جلد۔۱۔ص۱۰۰ میں مذکور ہے: "مرنے کے بعد بھی روح کا تعلق بدنِ انسان کے ساتھ باقی رہتا ہے، اگرچہ روح بدن سے جُدا ہو گئی، مگر بدن پر جو گزرے گی رُوح ضرور اُس سے آگاہ و متأثر ہو گی، جس طرح حیاتِ دنیا میں ہوتی ہے"۔("مخ الروض الأزہر"، ص۱۰۰۔۱۰۱)

سوال: روح دوسرے بدن میں چلی جاتی ہے، ایسا ماننا کیسا ہے؟

جواب: یہ خیال کہ وہ روح کسی دوسرے بدن میں چلی جاتی ہے، خواہ وہ آدمی کا بدن ہو یا کسی اور جانور کا جس کو ہندوؤں کے یہاں تناسخ اور آواگون کہتے ہیں، محض باطل اور اُس کا ماننا کفر ہے۔("النبراس"، باب البعث حق، ص۲۱۳) اس سے پتا چلا کہ کافروں کا یہ عقیدہ بھی باطل ہے کہ آدمی کے سات جنم ہوتے ہیں۔

سوال: کن کے بدن کو قبر کی مٹی نہیں کھا سکتی؟

جواب: انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام و علمائے دین و شہدا و حافظانِ قرآن جو کہ قرآن مجید پر عمل کرتے ہوں اور وہ جو منصب محبت پر فائز ہیں اور وہ جسم جس نے کبھی اللہ عزوجل کی معصیت نہ کی اور وہ کہ اپنے اوقات درود شریف میں مستغرق رکھتے ہیں، ان کے

بدن کو مٹی نہیں کھاسکتی جو شخص انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں یہ خبیث کلمہ کہے کہ **"انبیاء مر کے مٹی میں مل گئے"**، گمراہ، بد دین، خبیث، مرتکب توہین ہے۔(بہار شریعت ج۱، ص۱۱۴۔۱۱۵)

سوال: عالَمِ برزخ کسے کہتے ہیں؟

جواب: دنیا و آخِرت کے درمیان ایک اور عالَم ہے جسے بَرزَخ کہتے ہیں، مرنے کے بعد اور قِیامت سے پہلے تمام انسان وجنّات کو اپنے اپنے مرتبے کے مطابق اس میں رہنا ہے، یہ عالَم اس دنیا سے بہت بڑا ہے، دنیا کے ساتھ بَرزَخ کو وہی نسبت ہے جو ماں کے پیٹ کے ساتھ دنیا کو ہے، بَرزَخ میں کسی کو آرام ہے تو کسی کو تکلیف۔(ہمارا اسلام، عالم برزخ، حصہ ۵، ص۲۷۵)

حساب وکتاب

سوال: کیا قیامت کے دن ہونے والے حساب وکتاب پر ایمان لانا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! قیامت کے دن ہونے والے حساب وکتاب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ حساب حق ہے، اعمال کا حساب ہونے والا ہے۔("شرح العقائد النسفية"، ص۱۰۴) حساب کا منکر کافر ہے۔("الشفا"، فصل في بيان ما هو من المقالات كفر، ج۲، ص۲۹۰) اور حساب کے معنی گنتی وشمار کے ہیں، اور اس سے جن وانس کے اعمال کی گنتی مراد ہے جو قیامت میں سزا وجزا کے لئے بندے کے سامنے کی جائے گی، اس حساب کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے۔(مراٰۃ المناجیح جلد۔۷۔ص۲۸۴)

سوال: اعمال نامہ کیسے دیا جائے گا؟

جواب: قیامت کے دن ہر شخص کو اُس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا، نیکوں کے دائیں ہاتھ میں اور بدوں کے بائیں ہاتھ میں اور کافر کا سینہ توڑ کر اُس کا بایاں ہاتھ اس سے پسِ پشت نکال کر پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا۔(بہار شریعت۔ جلد۔۱۔ص۱۴۴)

سوال: میزان کیا ہے؟ اور کیا اس پر بھی ایمان ہونا ضروری ہے؟

جواب: میزان حق ہے۔ اس پر لوگوں کے اعمال نیک و بد تولے جائیں گے، نیکی کا پلّہ بھاری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اوپر اُٹھے، دنیا کا سا معاملہ نہیں کہ جو بھاری ہوتا ہے نیچے کو جھکتا ہے۔ (بہار شریعت۔ جلد۔ ۱۔ ص ۱۴۶) اور اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ اس کا بیان قرآن میں موجود ہے۔ اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت، مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن" فتاوی رضویہ "شریف میں فرماتے ہیں:"وہ میزان یہاں کے ترازو کے خلاف ہے وہاں نیکیوں کا پلّہ اگر بھاری ہو گا تو اُوپر اٹھے گا اور بدی کا پلّہ نیچے بیٹھے گا، جیسے کہ پارہ ۲۲ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۱۰ میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے: اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ۔ **ترجمۂ کنز الایمان:** اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے۔ پس جس کتاب میں لکھا ہے کہ ''نیکیوں کا پلہ نیچا ہو گا'' غلط ہے۔ ("الفتاوی الرضویۃ"، ج۲۹، ص ۶۲۶)

اس کا بیان پارہ ۸ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۸، اور ۹ میں موجود ہے جس کی تفسیر میں صدر الافاضل حضرت نعیم الدین مرادآبادی آیت نمبر ۸ کے تحت لکھتے ہیں: اس طرح کہ اللہ عزّوجلّ ایک میزان قائم فرمائے گا جس کا ہر ایک پلّہ اتنی وُسعت رکھے گا جیسی مشرق و مغرب کے درمیان وُسعت ہے۔ ابنِ جوزی نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ الصلٰوۃ و السلام نے بارگاہِ الٰہی میں میزان دیکھنے کی درخواست کی جب میزان دکھائی گئی اور آپ نے اس کے پلّوں کی وُسعت دیکھی تو عرض کیا یارب کس کا مقدور ہے کہ ان کو نیکیوں سے بھر سکے ارشاد ہوا کہ اے داؤد! میں جب اپنے بندوں سے راضی ہوتا ہوں تو ایک کھجور سے اس کو بھر

دیتا ہوں یعنی تھوڑی نیکی بھی مقبول ہو جائے تو فضلِ الٰہی سے اتنی بڑھ جاتی ہے کہ میزان کو بھر دے۔(خزائن العرفان پ۸،الاعراف،۸)

شفاعت

سوال: شفاعت کسے کہتے ہیں؟

جواب: شفاعت کے معنی ہیں کوئی شخص اپنے بڑے کی بارگاہ میں اپنے چھوٹے کے لئے سفارش کرے۔ دھمکی یا دَباؤ سے بات منوانے کو شفاعت نہیں کہتے اور نہ ہی شفاعت ڈر کر یا دَب کر مانی جاتی ہے۔ اتنی بات تو عام لوگ بھی جانتے ہیں کہ دَب کر بات ماننا قبولِ سفارش نہیں بلکہ بزدلی و مجبوری اور ناچاری ہے۔(گلدستۂ عقائد واعمال ص۹۳، مکتبۃ المدینہ)

سوال: حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت کتنی طرح کی ہو گی؟

جواب: حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت کئی طرح کی ہو گی مثلاً:

(۱)۔۔۔شفاعتِ کبریٰ۔ اس شفاعت کا فائدہ کفار کو بھی ملے گا۔

(۲)۔۔۔بہتوں کو بلا حساب جنّت میں داخل فرمائیں گے جن میں سے چار اَرب نوّے کروڑ کی تعداد معلوم ہے اس سے بہت زائد اور بھی ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ و رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علم میں ہیں۔

(۳)۔۔۔بہت سے وہ ہوں گے جو مستحق جہنم ہو چکے ہوں گے اُن کو جہنم سے بچائیں گے۔

(۴)۔۔۔بعضوں کی شفاعت فرما کر جَہنَّم سے نکالیں گے۔

(۵)۔۔۔بعضوں کے دَرَجات بلند فرمائیں گے۔

(۶)۔۔۔ بعض کا عذاب کم کروائیں گے۔

(۷)۔۔۔ جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے اُنہیں بھی داخلِ جنت فرمائیں گے۔

(بہار شریعت، عقائد متعلقہ نبوت، حصہ ۱، ج ۱، ص ۷۰ و ہمارا اسلام، شفاعت کا بیان، حصہ ۵، ص ۲۷۳)

اور حدیث میں آیا: ”میری شفاعت میری امت کے اہلِ کبائر کے لئے ہے“۔

(منح الروض الازہر ص ۱۷۰)

سوال: شفاعتِ کبریٰ کیا ہے؟

جواب: حضورِ اقدس، نور مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وہ شفاعت جو تمام مخلوق مؤمن، کافر، فرمانبر دار، نافرمان، موافق، مخالف، دوست اور دشمن سب کے لئے ہو گی وہ حساب کا انتظار جو انتہائی جاں گُزا ہو گا جس کے لئے لوگ تمنّائیں کریں گے کہ کاش ہم جَہنم میں پھینک دیئے جاتے اور اس انتظار سے نجات پاتے، اس بلا سے کفّار کو بھی چھٹکارا حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بدولت ملے گا، جس پر تمام اوّلین وآخرین، موافقین ومخالفین، مؤمنین وکافرین سب حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی حمد کریں گے، اسی کا نام ”مَقَامِ محمود“ ہے اور یہ مرتبۂ شفاعتِ کبریٰ صرف حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کا خاصہ ہے۔ (ہمارا اسلام، شفاعت کا بیان، حصہ ۵، ص ۲۷۴)

حوضِ کوثر

سوال: کیا حوضِ کوثر کا وجود ہے؟ اور اس کے اوصاف کیا ہیں؟

جواب: حوضِ کوثر جو کہ نبیٔ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرحمت ہوا، حق ہے۔ اور اس کے اوصاف یہ ہیں: (1)۔۔۔ اِس حوض کی مسافت ایک مہینہ کی راہ ہے۔ (2)۔۔۔ اس کے کناروں پر موتی کے قُبّے ہیں۔ (3)۔۔۔ چاروں گوشے برابر یعنی

زاویئے قائمہ ہیں۔(4)۔۔۔ اس کی مٹی نہایت خوشبودار مشک کی ہے۔(5)۔۔۔اس کا پانی دُودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا۔(6)۔۔۔اس کا پانی مشک سے زیادہ پاکیزہ۔(7)۔۔۔ اس پر برتن ستاروں سے بھی گنتی میں زیادہ۔(8)۔۔۔ جو اس کا پانی پیئے گا کبھی پیاسا نہ ہو گا۔(9)۔۔۔ اس میں جنت سے دو پرنالے ہر وقت گرتے ہیں، ایک سونے کا، دوسرا چاندی کا۔(بہارِ شریعت ج۱، ص۱۴۵)

مقامِ محمود

سوال: مقامِ محمود کیا ہے؟ اور کس کو عطا ہو گا؟

جواب: قیامت کے دن جس مقام پر تمام اوّلین وآخرین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمد وستائش (یعنی تعریف) کریں گے اس مقام کو مقامِ محمود کہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مقامِ محمود عطا فرمائے گا۔("الدر المنثور"، ج۵، ص۳۲۵)

لواء الحمد

سوال: لِوَاءُ الْحَمْد کیا ہے؟ اور یہ کسے ملے گا؟

جواب: قیامت کے دن حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک جھنڈا مرحمت ہو گا جس کو لِوَاءُ الْحَمْد کہتے ہیں، تمام مومنین حضرت آدم علیہ السلام سے آخر تک سب اُسی کے نیچے ہوں گے۔("سنن الترمذي"، کتاب المناقب، باب سلوا اللہ لي الوسیلۃ، الحدیث:۳۶۲۵، ج۵، ص۳۵۴)

صراط

سوال: صراط کیا ہے؟

جواب: یہ ایک پُل ہے کہ پشتِ جہنم پر نصب کیا جائے گا، بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہو گا، جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے، سب سے پہلے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گزر فرمائیں گے، پھر اور انبیا و مرسلین علیہم الصلوۃ و التسلیم، پھر یہ اُمّت پھر اور اُمتیں گزریں گی اور حسبِ اختلافِ اعمال پُل صراط پر لوگ مختلف طرح سے گزریں گے، بعض تو ایسے تیزی کے ساتھ گزریں گے جیسے بجلی کا کوندا کہ ابھی چمکا اور ابھی غائب ہو گیا اور بعض تیز ہوا کی طرح، کوئی ایسے جیسے پرند اڑتا ہے اور بعض جیسے گھوڑا دوڑتا ہے اور بعض جیسے آدمی دوڑتا ہے، یہاں تک کہ بعض شخص سُرین پر گھسٹتے ہوئے اور کوئی چیونٹی کی چال جائے گا("صحیح مسلم"، کتاب الإیمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ، الحدیث:۳۰۲، ص۱۱۴.) اور پُل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے ،(اللہ عزوجل ہی جانے کہ وہ کتنے بڑے ہوں گے) لٹکتے ہوں گے، جس شخص کے بارے میں حکم ہو گا اُسے پکڑ لیں گے، مگر بعض تو زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے اور بعض کو جہنم میں گرا دیں گے اور وہ ہلاک ہو جائے گا۔("صحیح مسلم"، کتاب الإیمان، باب أدنی أھل الجنۃ منزلۃ فیھا، الحدیث:۳۲۹، ص۱۲۷)

مصنف کی کتابوں کا تعارف

مصنف کی اردو کتابیں

ش	کتاب کا نام	زبان	صفحات
1	دینِ اسلام کی خوبیاں	اردو	80
2	اسرار الایمان فی حقائق الارکان	اردو	423
3	میری سنت میری امت	اردو	231
4	کیا حال ہے؟	اردو	220
5	موت کے وقت	اردو	282
6	عقائد کی حکمتیں	اردو	153
7	پانچ نمازوں کی حکمت	اردو	152
8	سب سے پہلے سب سے آخر	اردو	276
9	قصور کس کا؟	اردو	64
10	نصاب مسائلِ نماز	اردو	80
11	آسان فرض علوم	اردو	696
12	آسان خطباتِ محرم	اردو	720
13	اعلیٰ حضرت کا چرچا رہے گا	اردو	32
14	عیدِ میلاد النبی ﷺ کیوں اور کیسے؟	اردو	165

15	محمد اور احمد کے راز	اردو	160
16	مدینہ جانا کیوں ضروری ہے؟	اردو	276
17	چاند کی گواہی	اردو	64
18	قربانی کی تاریخ اور حکمتیں	اردو	112
19	آنکھوں کا تارا نامِ محمد ﷺ	اردو	176
20	شعبان اور شبِ براءت	اردو	50
21	قرآنی سورتوں کے مضامین	اردو	435
22	خطباتِ شفیقی جلد اول	اردو	477
23	خطباتِ مصطفائی و شفیقی جلد اول	اردو	464
24	خطباتِ مصطفائی و شفیقی جلد دوم	اردو	382
25	خطباتِ مصطفائی و شفیقی جلد سوم	اردو	382
26	تدریس کے 26 طریقے	اردو	400
27	رفیق التدریس	اردو	376
28	تاریخ ساز شخصیت بننے کے فارمولے	اردو	135
29	فیضانِ قرآن کورس	اردو	256
30	فیضانِ شریعت کورس	اردو	700
31	چندہ کرنے کے 19 فارمولے	اردو	160
32	ما فعل اللہ بک؟	اردو	288

33	تنظیمی نصاب وبیانات	اردو	528
34	امتِ محمدیہ کے سوالات اور ان کے قرنی جوابات	اردو	145
35	درود کی حکمتیں	اردو	98
36	شفیق المصباح شرح مراح الارواح	اردو	402
37	شفیقیہ شرح الاربعین النوویہ	اردو	190
38	شفیق النحو لحل خلاصۃ النحو اول	اردو	200
39	شفیق النحو لحل خلاصۃ النحو دوم	اردو	200
40	القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر	اردو	192
41	شارق الفلاح شرح نور الایضاح	اردو	717
42	خلیلیہ شرح مناظرہ رشیدیہ	اردو	300
43	کلام الوقایہ (اردو شرح) شرح الوقایہ جلد اول	اردو	372
44	کلام الوقایہ (اردو شرح) شرح الوقایہ جلد دوم	اردو	390
45	صرف کے دلچسپ سوالات	اردو	375
46	ختمِ قرآن کی فضیلت اور مسائل	اردو	32
47	گلشنِ وظائف	اردو	64
48	آگرہ کے 283 اولیائے کرام کی سیرت	اردو	592
49	فتحپور سیکری کی تاریخ	اردو	208
50	شیخ سلیم چشتی کی سیرت	اردو	64

51	آگرہ کی تاریخ	اردو	400
52	آگرہ کے مقدس مقامات	اردو	160
53	ہندوستان کو مسلم بادشاہوں کے تحفے	اردو	208
54	افتخارِ نقیہ المعروف فرزندانِ آگرہ	اردو	300
55	تذکرِ وصال المعروف اولیاء کا وصال در مہینہ وسال	اردو	514
56	کامیاب کاروبار کرنے کے 63 فارمولے	اردو	200
57	حرفوں کے راز	اردو	160
58	حجِ افراد کرنے کا آسان طریقہ	اردو	164
59	حجِ تمتع کرنے کا آسان طریقہ	اردو	164
60	حجِ قران کرنے کا آسان طریقہ	اردو	164
61	عمرہ کرنے کا آسان طریقہ	اردو	125
62	اہلِ بیت کی پیاری سیرت	اردو	400
63	تسلیم التوقیت	اردو	200
64	انوارِ فلکیات	اردو	200
65	فیضانِ تقویم	اردو	200
66	صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی عظمت	اردو	43
67	صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت	اردو	57
68	فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت	اردو	60

69	عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی سیرت	اردو	60
70	مولی علی رضی اللہ عنہ کی سیرت	اردو	69
71	فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی سیرت	اردو	73
72	امامِ حسن رضی اللہ عنہ کی سیرت	اردو	50
73	امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت	اردو	60
74	آسان اسلامی عقائد	اردو	163
75	عقائد اور دلائل	اردو	140
76	بدعت اور تقلید	اردو	48
77	تہتر فرقوں کا تعارف	اردو	37
78	انوارِ طہارت	اردو	76
79	تحفۂ نماز	اردو	272
80	میت سے تدفین تک	اردو	60
81	روزے کے احکام و مسائل	اردو	40
82	نورِ زکوۃ	اردو	40
83	دستورِ نکاح اور طلاق	اردو	92
84	قسم اور سزاؤں کا بیان	اردو	45
85	63 انوکھی معلومات	اردو	126
86	63 انوکھے سوالات	اردو	72

87	63 انوکھے چٹکلے	اردو	48
88	63 انوکھی پہیلیاں	اردو	42
89	63 انوکھی حکمتیں	اردو	117
90	63 انوکھی حکایات	اردو	158

مصنف کی ہندی کتابیں

ش	کتاب کا نام	زبان	صفحات
1	دینِ اسلام کی خوبیاں	ہندی	80
2	اسرار الایمان فی حقائق الارکان	ہندی	423
3	میری سنت میری امت	ہندی	231
4	کیا حال ہے؟	ہندی	220
5	موت کے وقت	ہندی	282
6	عقائد کی حکمتیں	ہندی	153
7	پانچ نمازوں کی حکمت	ہندی	152
8	سب سے پہلے سب سے آخر	ہندی	276
9	قصور کس کا؟	ہندی	64
10	آسان حنفی نماز	ہندی	96
11	آسان فرض علوم	ہندی	696

12	مختصر اسلامی ہسٹری	ہندی	720
13	اعلی حضرت کا چرچا رہے گا	ہندی	32
14	عیدِ میلاد النبی ﷺ کیوں اور کیسے ؟	ہندی	165
15	محمد اور احمد کے راز	ہندی	128
16	مدینہ جانا کیوں ضروری ہے ؟	ہندی	276
17	چاند کی گواہی	ہندی	64
18	قربانی کی ہسٹری اور حکمتیں	ہندی	112
19	آنکھوں کا تارا نامِ محمد ﷺ	ہندی	160
20	شعبان اور شبِ براءت	ہندی	50
21	آگرہ کے 283 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	640
22	فتحپور سیکری کی ہسٹری	ہندی	208
23	آگرہ کی ہسٹری	ہندی	400
24	ہندوستان کو مسلم بادشاہوں کے تحفے	ہندی	208
25	سرتاجِ آگرہ اور 29 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	64
26	تاج گنج کے 12 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	48
27	لوہامنڈی کے 12 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	48
28	ہینگ کی منڈی ونائی کی منڈی کے 17 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	64
29	سکندرہ اور اطراف کے 14 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	32

30	سرائے خواجہ اور اطراف کے 6 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	32
31	شاہ گنج اور اطراف کے 13 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	32
32	بیلن گنج اور اطراف کے 29 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	64
33	نئی بستی اور دیوان خانہ کے 8 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	48
34	قبرستان پیر گیلانی کے 5 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	32
35	قبرستان پنچ کوئیاں کے 8 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	32
36	آگرہ کے غوث اور 8 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	32
37	جمنا پار آگرہ کے 12 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	32
38	مرزا خاندان کے 4 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	32
39	آگرہ کے مقدس مقامات	ہندی	160
40	شیخ سلیم چشتی کی سیرت	ہندی	64
41	کامیاب کاروبار کرنے کے 63 فارمولے	ہندی	200
42	اہلِ بیت کی پیاری سیرت	ہندی	400
43	گلشنِ وظائف	ہندی	64
44	حجِ افراد کرنے کا آسان طریقہ	ہندی	164
45	حجِ تمتع کرنے کا آسان طریقہ	ہندی	164
46	حجِ قران کرنے کا آسان طریقہ	ہندی	164
47	عمرہ کرنے کا آسان طریقہ	ہندی	125

شانِ آگرہ حضرت مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
کی کل تصنیفات 137 ہو چکی ہیں الحمد للہ علی احسانہ

کتابوں کی PDF ڈاون لوڈ کرنے کے لیے
اس QR Code کو Scan کیجیئے

Maktaba Darussunna Agra
ki kitabon ka QR code